عقیدہ سلف کا ترجمان اور اسلامی عقائد وافکار کا مستند ماخذ

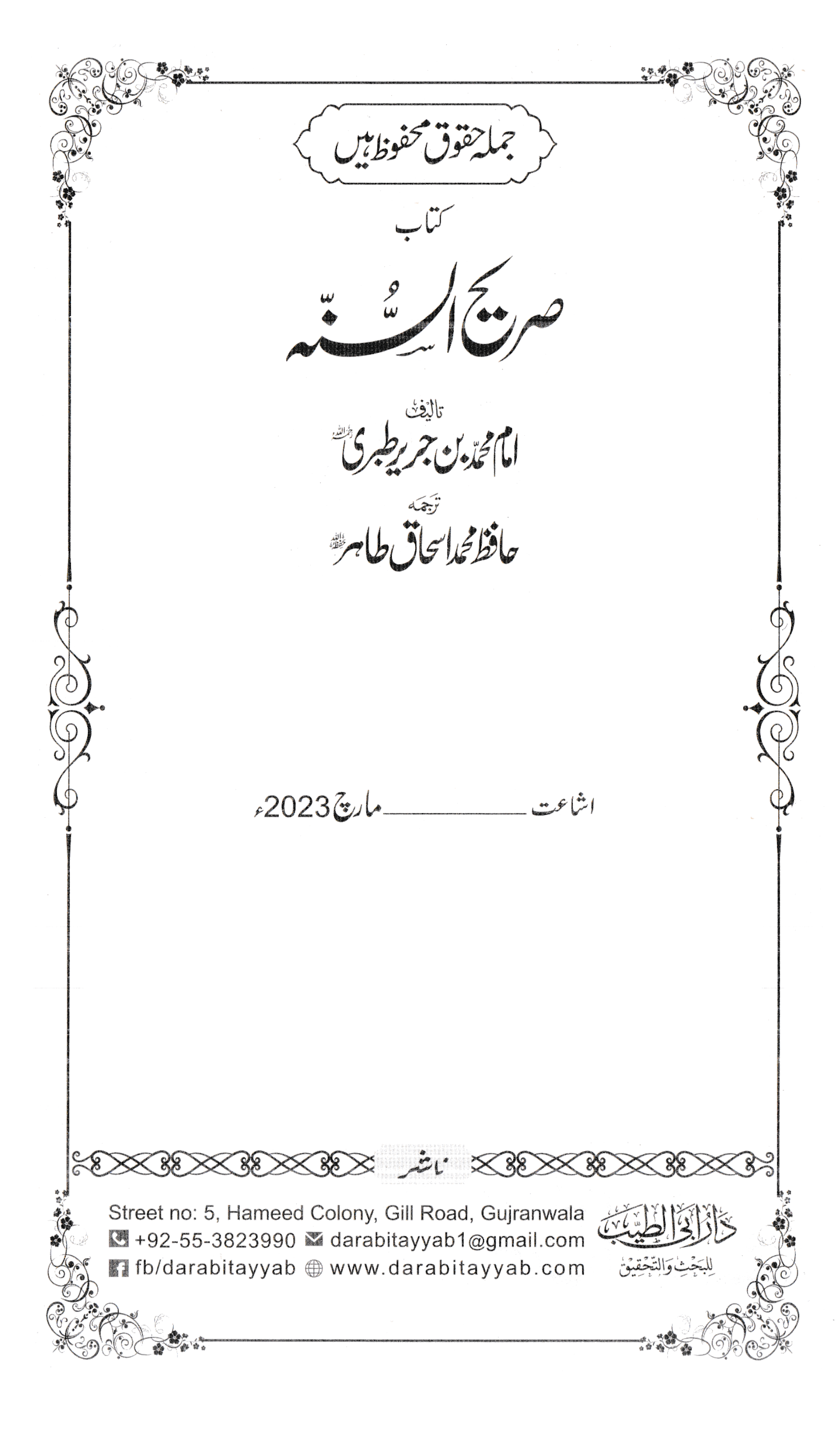



تالیف امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (وفات: 310ھ)

ترجمہ
حافظ محمد اسحاق طاہر حفظہ اللہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی

دار ابی الطیب
للبحث والتحقیق


صريح السنة





کتاب

# صریح السنہ

تالیف

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ

ترجمہ

حافظ محمد اسحاق طاہر حفظہ اللہ

اشاعت ــــــــــ مارچ 2023ء

ناشر

دار ابی الطیب للبحث والتحقیق

Street no: 5, Hameed Colony, Gill Road, Gujranwala

+92-55-3823990 darabitayyab1@gmail.com

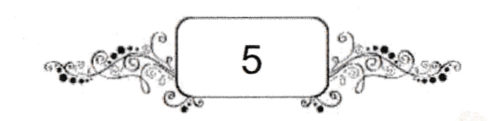
fb/darabitayyab www.darabitayyab.com



اللہ

کے نام سے شروع سے کرتاہوں

جوبڑاہی مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے





# فہرست



# عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے لیے نبی اکرم ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ انھیں لوگوں کی غلامی سے آزاد کر کے ربِ کائنات کی بندگی کی راہ پر چلائیں۔ آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہوئے ایسا منہجِ سلیم واضح کر دیا کہ لوگ کفر و شرک کی تاریکیوں سے نجات پا کر نورِ ہدایت سے سرفراز ہوئے۔ اس امت کے اسلاف، صحابہ و تابعین کرام نے اسی منہج کو اختیار کیا۔

آج بھی امت کو اپنے رب کی طرف لوٹنے کے لیے اسی منہج اور صحیح عقیدہ کے ساتھ تمسک کی ضرورت ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور نصرت و تائید حاصل ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو پورے شعور و بصیرت کے ساتھ سمجھنا ضروری ہے کہ یہی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی اولین دعوت ہے اور یہی سب سے پہلا رکن ہے جس کے ذریعے انسان دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔

اسی لیے بندے سے شہادتین کا اقرار کروایا جاتا ہے، کیونکہ توحید ہی کا اول و آخر میں ہونا ضروری ہے۔ توحید کی تین اقسام ہیں:

1- توحید ربوبیت، 2- توحید الوہیت، 3- توحید اسماء وصفات

توحید کی ان تمام انواع میں سلف صالحین کا منہج ہی واجب العمل ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمام اسماء و صفات کو بغیر تاویل، تمثیل اور تعطیل و انکار کے ثابت کرتے تھے۔ اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو شہنشاہ، مالک الملک مانتے تھے اور تنہا اسی ذات کو عبادت کے لائق قرار دیتے تھے۔

چونکہ قبولیتِ عمل اور دعوت الی اللہ کے اعتبار سے عقیدۂ توحید ہی بنیادی اہمیت کا حامل ہے، اسی اہمیت کے پیشِ نظر زیرِ نظر کتاب ''صریح السنۃ'' کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ مولفِ کتاب امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ کے عقیدہ کی وضاحت ہو سکے اور ان کی طرف منسوب غلط باتوں کا دفعیہ کیا جائے، نیز امام طبری رحمہ اللہ کے مرتبہ و مقام کو نمایاں کرنا بھی مقصود ہے کہ موصوف ان ائمۂ سلف میں سے ہیں جن کا قول سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت اس لیے بھی اہم ہے کہ متاخرین کے لیے یہ کتاب مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ مزید برآں سلف صالحین رحمہم اللہ کی کتب کی نشر و اشاعت میں حصہ ڈالنا بھی ہمارے لیے سعادت کی بات ہے۔

افادیت کے پیش نظر ہم نے کتاب کے آغاز میں امام طبری کے حالات اور علمی خدمات پر مشتمل مولانا عبدالخالق قدوسی رحمہ اللہ کا ایک گراں قدر مضمون بھی شامل کیا ہے، تاکہ مولف رحمہ اللہ کی حیات و خدمات بھی قارئین کے سامنے آ جائیں۔

اللہ رب العزت اس کتاب کو مولف، مترجم اور ناشر کے لیے اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ اور ہم شکر گزار ہیں لجنة القارة الهندية (جمعية احياء التراث الإسلامی الكويت) کے رئیس شیخ فلاح خالد المطیری حفظہ اللہ کے جن کے تعاون سے یہ کتاب قارئین کے ہاتھوں میں پہنچی ہے۔ جزاه الله خيرا وبارك فيه.

والسلام

عارف جاوید محمدی

## بلند پایہ محدث، عظیم الشان مفسر اور جلیل القدر مورخ

# امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی

### نام ونسب:

علامہ ابن جریر کا نام محمد، کنیت ابو جعفر اور نسبت طبری آملی ہے۔ علاقہ طبرستان کی طرف نسبت کے اعتبار سے آپ کو طبری اور جائے پیدائش شہر آمل، جو طبرستان کا مشہور قصبہ ہے، کی طرف آپ کو منسوب کرنے والے آملی کہتے ہیں، لیکن آپ علاقائی نسبت سے زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری۔ اکثر اہلِ علم اور اصحابِ تراجم نے آپ کے باپ دادا کا نام ''کثیر'' نقل کیا ہے، لیکن ابن ندیم نے ''فہرست'' میں اور نواب صاحب نے ''التاج المکلل'' میں ان کا نام خالد ذکر کیا ہے۔[1]

### مولد ومنشا:

آپ طبرستان کے مشہور شہر آمل میں 224ھ کے آخر یا 225ھ کے شروع میں پیدا ہوئے۔ یہ تردد خود ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ یاقوت حموی ابن کامل کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ ابن جریر سے اس تردد کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں تاریخ کا تعین حوادثات سے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح

---

[1] فہرست ابن ندیم (ص: ۳۲۶) التاج المکلل (ص: ۹۶)

انھوں نے میری تاریخِ پیدائش بھی ایک حادثے سے متعین کی جو ان دنوں وہاں پیش آیا تھا۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد جب اس حادثے کے متعلق دریافت کیا تو بعض نے کہا کہ یہ حادثہ 224ھ کے آخر میں رونما ہوا تھا اور بعض نے اس کا وقوع 225ھ کا آغاز بتایا۔ اس طرح یہ شک واقع ہو گیا۔[1]

## دورِ تعلیم:

آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ نو سال کے ہوئے تو حدیث لکھنے لگے۔ بغرضِ تعلیم جب اپنے مولد و منشا سے روانہ ہوئے تو آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ سب سے پہلے اپنے قریبی شہر میں محمد بن حمید رازی اور مثنیٰ بن ابراہیم ایلی سے استفادہ کیا۔ امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے بغداد روانہ ہوئے۔ ابھی آپ راستے ہی میں تھے کہ امام صاحب رحلت فرما گئے۔ بغداد میں کچھ عرصہ قیام کیا، پھر بصرہ کو روانہ ہوئے، وہاں سے کوفہ گئے، پھر بغداد واپس آ گئے۔ کافی عرصہ یہیں قیام کیا۔ اس دوران میں قرآنی علوم اور فقہی دراسات میں کوشاں رہے۔ فقہ شافعی میں کمال حاصل کیا۔ دس سال اسی کے مطابق فتویٰ دیتے رہے، پھر آپ مصر روانہ ہوئے۔ راستے میں شام کے مختلف شہروں میں قیام کیا۔ بیروت میں بھی ٹھہرے۔ 253ھ میں آپ مصر پہنچ گئے۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ شام چلے گئے، لیکن 256ھ میں آپ دوبارہ مصر میں آ گئے۔ کافی عرصہ یہیں قیام کیا، پھر واپس بغداد تشریف لے گئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

## بے نظیر حافظہ:

قدرت نے علامہ ابن جریر کو بے پناہ قوتِ حافظہ سے نوازا تھا، اس سلسلے میں ایک واقعہ مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

---

[1] معجم الأدباء (١٨/ ٤٧)

امام ابو کریب رحمہ اللہ بڑے بلند پایہ محدث تھے اور ذرا تند مزاج بھی۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ طالبانِ حدیث کے ہمراہ آپ کے دروازے پر حاضر ہوا۔ طلابِ حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے خواہش مند تھے۔ امام ابو کریب رحمہ اللہ نے کھڑکی سے جھانکا اور فرمایا کہ تم میں سے کس نے مجھ سے لکھا ہوا حفظ بھی کیا ہے؟ وہ آپس میں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، پھر تمام حضرات میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: کیا آپ نے حفظ کیا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو انھوں نے ابو کریب سے میرے متعلق کہا کہ ابن جریر نے آپ کی لکھائی ہوئی تمام احادیث حفظ کی ہیں، ان سے سوال کر لیجیے۔

ابوکریب نے مجھ سے سوالات شروع کیے تو میں نے جواب دیتے ہوئے عرض کی: آپ نے فلاں دن فلاں حدیث اس طرح بیان فرمائی تھی۔ یہ جواب سن کر ابو کریب بڑے خوش ہوئے اور مجھے اندر بلا لیا اور بڑی عزت کی۔

یا قوت حموی کا بیان ہے کہ ابن جریر نے ابوکریب سے ایک لاکھ سے زیادہ احادیث کی سماعت کی تھی۔

علامہ یا قوت اور بعض دوسرے اہلِ تراجم نے ایک عجیب وغریب واقعہ کا ذکر کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن جریر رحمہ اللہ کو کس بلا کا حافظہ عطا کیا تھا۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں مصر پہنچا تو وہاں کے تمام ہی اہلِ علم مجھے ملے اور جس علم میں بھی کسی کو مہارت تھی اس نے اس علم میں میرا امتحان لیا۔ اتفاقاً ایک دن ایک شخص نے مجھ سے علمِ عروض کے بعض مسائل دریافت کیے، لیکن میں اس وقت اس علم سے تقریباً ناواقف تھا۔ چنانچہ میں نے اس شخص سے کہا کہ آج کسی خاص وجہ کی بنا پر اس علم کے متعلق مجھے کسی قسم کی گفتگو کرنے کی اجازت نہیں، تم کل آنا۔ وہ شخص چلا گیا تو میں نے اسی رات اپنے ایک دوست سے امام خلیل بن احمد کی کتاب، جو

اس فن میں ہے، حاصل کی اور رات کو اس کا مطالعہ کیا تو اس علم سے پوری واقفیت حاصل ہوگئی۔ ابن جریر کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

”أمسيت غير عروضي، وأصبحت عروضيا“[1]

”شام کے وقت میں علمِ عروض سے بالکل ناواقف تھا، صبح ہوئی تو میں ایک ماہر عروضی تھا۔“

## زودنویسی:

اس بے نظیر حافظہ اور اعلیٰ ذہانت و فطانت کے ساتھ ساتھ آپ رہوارِ قلم کے بھی زبردست شاہسوار تھے۔ آپ نے اپنے پیچھے کثیر تعداد میں اتنی ضخیم کتابیں چھوڑیں کہ آج کا انسان غالبًا اپنی پوری زندگی ان کا مطالعہ نہ کر سکے۔ اہلِ تراجم میں سے اکثر حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن جریر رحمہ اللہ چالیس سال تک روزانہ چالیس چالیس ورق تحریر کرتے رہے۔[2]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ابو محمد فرغانی سے نقل کرتے ہیں جو ابن جریر رحمہ اللہ کا شاگرد ہے کہ سن بلوغت سے وفات تک کی پوری مدت میں آپ کے تلامذہ نے آپ کی تصنیفات کا حساب لگایا تو ایک ایک دن کے مقابلے میں چودہ چودہ ورق آئے۔[3]

رہوارِ قلم کی تیز رفتاری کی اس سے عمدہ مثال شاید ہی مل سکے۔ آپ ذرا چند منٹ کے لیے زمانہ ابن جریر رحمہ اللہ میں چلے جایئے اور اس وقت کے ذرائع آمد و رفت کا تصور کیجیے، پھر یہ بھی نگاہ میں رکھیے کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے تحصیلِ علم کے لیے کتنے سفر کیے تھے۔ سیر و سیاحت میں کتنا وقت صرف ہوا تھا۔ زندگی کی تمام مصروفیات کو

---

[1] معجم الأدباء (١٨ ٥٥)

[2] تهذيب الأسماء (١ ٧٩)

[3] تذكرة الحفاظ (٢ ٧١١)

پیشِ نظر رکھتے ہوئے اندازہ لگائیے کہ ایک ایک دن کے مقابلے میں چودہ چودہ ورق زود نویسی کی کتنی اعلیٰ مثال ہے!

## اساتذہ:

بلاشبہ ابن جریر رحمہ اللہ کی وہ خصوصیات، جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، آپ کو درجۂ کمال تک پہنچانے کے لیے اساسی حیثیت رکھتی ہیں، لیکن ان تمام اوصاف کو نکھارنے اور ابھارنے میں اساتذہ کی صحیح تربیت کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ جب اچھے اساتذہ کی تربیت میسر نہ ہو تو یہ اوصاف کوئی قابلِ رشک نتائج برآمد نہیں کر سکتے۔ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ اس سلسلے میں بھی ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ کو رحمتِ ایزدی سے ایسے ایسے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا موقع ملا، جن میں سے ہر ایک اپنے فن میں مقامِ امامت پر فائز تھا۔ آپ کے شیوخ میں جن اساطینِ علم کا تذکرہ ملتا ہے ان کی فہرست تو بہت لمبی ہے جس کی اخباری مضمون میں گنجایش نہیں، اس لیے چند ایک ناموں پر اکتفا کیا جاتا ہے:

ابوکریب، محمد بن حمید رازی، ربیع بن سلیمان، حسن بن محمد زعفرانی، یونس بن عبدالأعلی، محمد بن عبدالحکم اور ان کے دونوں بھائی، یعقوب بن ابراہیم دورقی، احمد بن منیع بغوی، ابن ابی الشوارب، محمد بن مقاتل، محمد بن مثنیٰ، ہناد بن سری، بشر بن معاذ عقدی، عمران بن موسیٰ وغیرہم رحمہم اللہ۔

## حصولِ علم میں استغراقِ کلی:

ان خدا داد صلاحیتوں اور وہبی کمالات کے باوجود بعض اوقات انسان دنیوی مشاغل اور فکرِ معاش کو اپنے اوپر کچھ ایسا مسلط کر لیتا ہے کہ تحصیلِ علم کے زریں مواقع ضائع کر بیٹھتا ہے۔ بلا کا حافظہ، اعلیٰ ذہانت، عمدہ فطانت، قابل ترین اساتذہ، علمی

ماحول اور پرسکون فضا ایسے جملہ اسباب میسر ہونے کے باوجود وہ نورِ علم سے بے بہرہ اور تہی دامن رہ جاتا ہے۔ اس لیے انسان جب تک کامل توجہ اور پورے استغراق سے تحصیلِ علم کی کوشش نہ کرے اور اپنے آپ کو علم میں فنا نہ کر دے، وہ کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی خداداد صلاحیت و قابلیت اور بہترین مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ 7 سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ 9 سال کے ہوئے تو حدیث لکھنے لگے۔ بغرضِ تعلیم جب گھر سے نکلے تو آپ کی عمر صرف 12 سال تھی۔

علم کے ایک ایک دروازے پر دستک دی۔ جب ہم تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہیں تو ہمیں علم کا یہ پیاسا مسافر کبھی بصرہ، کبھی دمشق، کبھی بیروت، کبھی شام، کبھی مصر، کبھی دینور اور آخر بغداد میں فروکش نظر آتا ہے۔ واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ابن جریر رحمہ اللہ کی زندگی ہر طالب علم کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ کا اپنا بیان ہے کہ ہم محمد بن حمید رازی کے پاس تھے۔ وہ رات کو کئی کئی بار گھر سے باہر تشریف لاتے اور جو کچھ ہم نے آپ سے لکھا ہوتا اس کے متعلق سوالات پوچھتے۔ وہاں سے ہم احمد بن حماد دولابی کے پاس جاتے جو مقام رے سے کچھ فاصلے پر ایک بستی میں رہتے تھے۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے ہم پاگلوں کی طرح دوڑتے، تاکہ محمد بن حمید رازی کی مجلس میں بروقت شامل ہوسکیں۔

یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے محمد بن حمید رازی سے ایک لاکھ سے زیادہ احادیث لکھیں اور اس دوران میں احمد بن حماد دولابی سے امام محمد بن اسحاق کی کتاب المغازی اور المبتدا بھی نقل کی۔

## ابن جریر جامع علوم تھے:

اسی پیہم کوشش اور مسلسل جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ آپ متعدد علوم میں تخصص کی حد تک مہارت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا تذکرہ اہلِ تراجم کے جملہ طبقات میں ملتا ہے۔ مفسرین کا ذکر ہو یا محدثین کا، فقہاء کا تذکرہ ہو یا قراء کا، شعراء کے حالات ہوں یا ادباء کے، کتاب کا موضوع طبقات المصنفین ہو یا اعلام المورخین، آپ کا ذکر کیے بغیر کوئی کتاب کامل کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔

آپ بلند پایہ مفسر، اعلیٰ درجے کے محدث، دقیق النظر فقیہ، باکمال قاری، وسیع النظر مورخ اور بہترین شاعر تھے۔ علمِ عروض، اصنافِ سخن، ریاضی اور طب میں بھی آپ بڑے متبحر تھے۔ ممکن ہے آج کا کوئی ناواقف شخص علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کی ان حیثیات کو مبالغہ آرائی پر محمول کرے، اس لیے وہ اطمینانِ قلبی کے لیے مندرجہ ذیل کتب کو دیکھ سکتا ہے: طبقات المفسرین سیوطی، طبقات القراء ابن جزری، طبقات الفقہاء شیرازی، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، معجم الادباء یاقوت حموی، فہرست ابن ندیم، المحمدون من الشعراء واشعارھم، تاریخ بغداد وغیرہا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ابن جریر ان علوم میں مجتہدانہ نگاہ رکھتے تھے۔ جس فن کے متعلق گفتگو کرتے یا لکھتے، ایسا معلوم ہوتا کہ پوری عمر اسی فن میں مہارتِ تامہ حاصل کرنے میں لگا دی اور کسی دوسرے فن میں آپ کو تحقیق کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔

❁ علامہ یاقوت ''معجم الادباء'' میں رقمطراز ہیں:

''وكان أبو جعفر قد نظر في المنطق والحساب والجبر والمقابلة وكثير من فنون الحساب وفي الطب، و أخذ منه قسطا وافرا يدل عليه كلامه في الوصايا، وكان كالقارئ الذي

لا يعرف إلا القرآن، وكالمحدث الذي لا يعرف إلا الحديث، وكالفقيه الذي لا يعرف إلا الفقه، وكالنحوي الذي لا يعرف إلا النحو، و كالحاسب الذي لا يعرف إلا الحساب“[1]

”امام ابن جریر رحمہ اللہ منطق، حساب، جبر و مقابلہ، حساب کے متعدد فنون اور علمِ طب سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے۔ خصوصاً طب میں تو آپ کو کافی مہارت تھی جس پر آپ کی وصایا کے متعلق گفتگو دلالت کرتی ہے۔ بس یوں سمجھیے کہ آپ اس قاری کی طرح تھے جو قرآن کے سوا کچھ نہیں جانتا، اور اس محدث کی طرح جو حدیث کے سوا کچھ نہیں جانتا، اور اس فقیہ کی طرح جو فقہ کے سوا کچھ نہیں جانتا، اور اس نحوی کی طرح جو نحو کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اس حساب داں کی طرح جسے حساب کے سوا کچھ نہیں آتا۔“

- علامہ یاقوت، ابوعلی الاہوازی المقری کا قول ذکر فرماتے ہیں:

”كان أبو جعفر الطبري عالما بالفقه والحديث والتفاسير والنحو واللغة والعروض، له في جميع ذلك تصانيف فاق بها علىٰ سائر المصنفين، وله في القراءت كتاب جليل كبير رأيته في ثماني عشرة مجلدة“[2]

”ابن جریر رحمہ اللہ طبری فقہ، حدیث، تفسیر، نحو، لغت اور عروض کے عالم تھے۔ ان تمام علوم میں آپ کی بلند پایہ تصانیف ہیں جن کی وجہ سے آپ

---

[1] معجم الأدباء (١٨ ٦١)

[2] معجم الأدباء (١٨ ٤٥)

کو تمام مصنفین پر فوقیت حاصل ہے۔ آپ کی ایک بہت بڑی جلیل القدر تصنیف قراءات میں ہے جسے میں نے 18 جلدوں میں دیکھا ہے۔"

علامہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ ائمہ کرام میں سے ایک امام تھے۔ آپ کے علم و فضل کے باعث آپ کے اقوال و آراء کی طرف لوگ رجوع کرتے۔ آپ نے اس قدر علوم حاصل کیے کہ آپ کے زمانے میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں ملتا۔ کتاب اللہ کے حافظ، قراءت کے پورے عالم، معانی پر گہری نظر رکھنے والے، قرآنی احکام میں پورے فقیہ، سنت کے عالم اور اس کی سندوں سے واقف، صحیح و سقیم اور ناسخ و منسوخ کو اچھی طرح جاننے والے، صحابہ کرام کے اقوال، تابعین کی آرا اور تاریخ پر پورا عبور تھا۔"[1]

- امام الائمہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

"مجھے معلوم نہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص امام ابن جریر رحمہ اللہ سے زیادہ عالم ہو۔ حنابلہ نے آپ پر بہت ظلم کیا ہے۔"[2]

- امام ذہبی فرماتے ہیں:

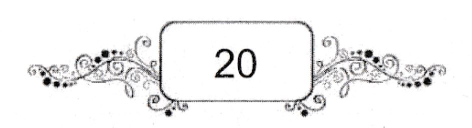
"امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، تفسیر و تاریخ اور بہت سی کتابوں کے مصنف۔ آپ مجتہد تھے اور کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔"[3]

---

[1] تاریخ بغداد (۲ ۱۶۳)

[2] العبر (۲ ۱۴۲)

[3] العبر (۲ ۱۴۲)




❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آپ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

"الإمام الجليل المفسر أبو جعفر صاحب التصانيف الباهرة"[1]

❁ امام یافعی یوں تعریف کرتے ہیں:

"الحبر البحر أحد علماء الأنام أبو جعفر محمد بن جرير الطبري، كان مجتهدا لا يقلد أحدا"[2]

"امام ابن جریر علم کے سمندر، یکتائے زمانہ مجتہد تھے اور کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔"

❁ نواب صدیق حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آپ بہت سے علوم میں امام تھے، مثلاً: حدیث، فقہ، تفسیر اور تاریخ۔ آپ نے کئی فنون میں بہت عمدہ تصانیت چھوڑی ہیں جو آپ کی وسعتِ علمی اور علوِ مرتبت پر دلالت کرتی ہیں اور آپ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔"[3]

یہ صرف چند ائمہ کرام کے اقوال ہیں، ان کے علاوہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، امام نووی، ابن کثیر، سیوطی، ابن ندیم، ابن جوزی اور بہت سے دوسرے علمائے کرام نے آپ کے متعلق اسی قسم کے تحسینی کلمات ذکر کیے ہیں۔

## تصانیف ابن جریر رحمہ اللہ:

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ جامع علوم ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ مصنف اور عظیم الشان مولف بھی تھے، بلکہ آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ تصنیف و تالیف ہی میں

---

[1] لسان الميزان (٥/ ١٠٠)

[2] مرآة الجنان (٢/ ٢٦١)

[3] التاج المكلل (ص: ٦٣)

گزرا۔ قوتِ تحریر میں قدرت نے آپ کو بڑی فراخ دلی سے نوازا تھا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ روزانہ چالیس ورق لکھنا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے متعدد علوم و فنون پر گراں مایہ تصانیف چھوڑیں جن کے مجموعی صفحات کئی لاکھ کے قریب بنتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ کی تصانیف کا بیشتر حصہ گردشِ ایام کی نذر ہو گیا۔ جو بچا وہ نہایت قلیل ہے، تاہم اس سے ابن جریر رحمہ اللہ کے علم و فضل کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اہلِ تراجم نے آپ کی جن تصانیف کا ذکر کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

## 1- تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ:

کتاب کا پورا نام "جامع البیان عن تاویل آي القرآن" ہے۔ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے متواتر تین سال تک استخارہ کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو میں نے یہ کتاب لکھی۔ آپ نے کتاب تصنیف کرنے سے پہلے اپنے تلامذہ سے فرمایا کہ اگر میں تفسیر لکھوں تو کیا تم اس سے خوش ہو؟ شاگردوں نے عرض کی: اس کی مقدار کتنی ہوگی؟ آپ نے فرمایا 30 ہزار اوراق۔ وہ کہنے لگے: اس میں تو عمریں ختم ہو جائیں گی۔ آپ نے اس جواب پر "إنا للّٰہ" پڑھا اور تفسیر کو نہایت مختصر کر کے صرف 3 ہزار ورق میں ختم کر دیا۔

ممکن ہے کوئی شخص تین ہزار صفحات کو بھی ضخامت پر محمول کرے، لیکن جس شخص نے تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ کا مطالعہ کیا ہے وہ جا بجا محسوس کرے گا کہ یہاں کچھ تشنگی ہے اور کاش کہ ذرا اور تفصیل ہوتی۔

تقریباً تمام علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ تفسیر ابن جریر جملہ تفاسیر پر صحت اور استناد کے لحاظ سے فوقیت رکھتی ہے اور آج تک تفسیر کی کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی گئی جسے ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔ ہاں تفسیر ابن کثیر بھی نہیں، بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر کے

درمیان اتنا ہی فرق ہے جتنا شمس وقمر میں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے زمانے کے اکثر علماء نے یا تو ابن جریر رحمہ اللہ کو پڑھا ہی نہیں، اگر پڑھا ہے تو اس کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ بلاشبہ میری اس رائے کو قبول کرنے میں قارئین کرام میں سے بہت سے حضرات تامل سے کام لیں گے، لیکن جنھیں اس تفسیر کے بالاستیعاب مطالعے کا موقع ملا ہے، وہ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے۔

بلاشبہ تفسیر ابن جریر کے متعلق ہر اس شخص کی یہی رائے ہوگی جس نے پورے استغراق سے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہو، لیکن ہمارے ہاں ایک ایسا طبقہ بھی ہے جس کی اپنی رائے نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ رائے قائم کرتے ہوئے مقلدانہ روش اختیار کرتا ہے۔ ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' ان کے ہاں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ ان کو قائل کرنے کا آسان سا طریقہ ائمہ عظام کے چند اقوال کا ذکر کر دینا ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ کے متعلق بعض اکابرینِ امت کے زریں اقوال بھی ذکر کر دیے جاتے ہیں۔

❀ امام ابو حامد اسفرائینی فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص محض اس لیے چین تک سفر کرے کہ اسے تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ مل جائے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔''[1]

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے پوری کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا:

''میرے خیال میں تمام روئے زمین پر ابن جریر رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں۔''[2]

❀ امام نووی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

---

[1] العبر (٢ ١٤٦)

[2] لسان المیزان (٥ ١٠٢)

''تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔''[1]

❀ علامہ خطیب بغدادی کا ارشاد ہے:

"لم يصنف أحد مثله" ''اس جیسی تفسیر کسی نے نہیں لکھی۔''[2]

❀ علامہ سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"هو أجل التفاسير، لم يؤلف مثله كما ذكره العلماء قاطبة، منهم النووي في تهذيبه، و ذلك لأنه جمع فيه بين الرواية والدراية ولم يشاركه في ذلك أحد لا قبله و بعده"[3]

''یہ تفسیر تمام تفسیروں سے بالاتر ہے۔ اس جیسی کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی، جیسا کہ تمام علمائے عظام نے اس چیز کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے امام نووی نے بھی اپنی کتاب تہذیب میں ذکر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس تفسیر میں روایت و درایت کو اس انداز سے جمع کر دیا ہے کہ اس سلسلے میں آپ کا کوئی ثانی نہ پہلے ہوا ہے نہ بعد میں۔''

❀ آخر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے بھی سن لیجیے۔ حضرت امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وأما التفاسير التي في أيدي الناس فأصحها تفسير محمد بن جرير الطبري، فإنه يذكر مقالات السلف بالأسانيد الثابتة، وليس فيه بدعة، ولا ينقل عن المتهمين كمقاتل بن بكير والكلبي"[4]

---

[1] التاج المكلل (٢ ١٦٣)

[2] تاريخ بغداد (٢ ١٦٣)

[3] طبقات المفسرين (ص: ٣٠)

[4] فتاویٰ ابن تيمية (٢ ١٩٢)

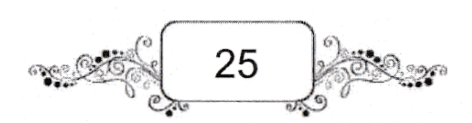
"رہیں وہ تفاسیر جو لوگوں کے پاس موجود ہیں تو ان میں سے سب سے زیادہ صحیح ترین تفسیر، تفسیر ابن جریر طبری ہے۔ کیوں کہ آپ مقالاتِ سلف کو ثابت شدہ اسانید سے ذکر فرماتے ہیں اور اس تفسیر میں کسی قسم کی بدعت نہیں۔ اور آپ ایسے لوگوں سے بھی نقل نہیں کرتے جو جھوٹ سے متہم ہیں، مثلاً: مقاتل بن بکیر اور کلبی۔"

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس عظیم الشان اور صحیح ترین تفسیر کو زمانے کی دست برد سے محفوظ رکھا اور لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع مرحمت فرمایا۔

یہ تفسیر بارہا چھپ چکی ہے اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ اس کا سب سے بہترین ایڈیشن وہ ہے جو علامہ احمد شاکر مرحوم اور علامہ محمود شاکر کی تحقیق سے مصر میں شائع ہو رہا ہے۔ اس میں احادیث و اقوال کی تخریج اور اسانید کے متعلق نہایت عمدہ کام ہوا ہے۔ مجھے اس کی پندرہ جلدیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ہر جلد کافی ضخیم ہے۔ ان پندرہ جلدوں میں ﴿وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ﴾ تک تفسیر آ چکی ہے۔

پندرھویں جلد 1960ء میں طبع ہوئی تھی۔ اس کے بعد کوئی جلد نہیں آئی۔ بظاہر یہ کام انجام پذیر ہوتا نظر نہیں آ رہا، کیوں کہ امام احمد شاکر رحمہ اللہ 1958ء میں فوت ہو چکے ہیں اور ان کے بھائی محمود شاکر کی طبیعت ادب کی طرف زیادہ مائل ہے، لیکن وہ کوشش کریں تو یہ کام ہوسکتا ہے۔[1] کیوں کہ احمد شاکر کی تحقیق صرف 10

[1] مگر افسوس کہ یہ کام نامکمل ہی رہا۔ کیوں کہ علامہ محمود محمد شاکر بھی 17 اگست 1997ء کو وفات پا گئے اور تفسیر طبری کی تحقیق کا کام صرف پندرہ جلدوں تک ہی انجام پا سکا۔ تاہم بعد ازاں ۱۴۲۵ھ میں ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کی تحقیق سے یہ مکمل تفسیر 24 جلدوں میں دار عالم الکتب کی طرف سے شائع ہوگئی ہے۔





جلدوں تک ہے، جب کہ باقی 5 جلدیں صرف محمود شاکر کی تحقیق سے طبع ہو چکی ہیں۔ وما ذلك على الله بعزيز[1]

## 2- تاریخ طبری:

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کی دوسری بلند پایہ تصنیف "تاريخ الأمم والملوك" ہے، علامہ یاقوت حموی نے اس کا نام "تاريخ الرسل والملوك" لکھا ہے۔ بقول حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ یہ کتاب بھی آپ تیس ہزار ورق میں لکھنا چاہتے تھے، لیکن بعض وجوہ کی بنا پر اس کو مختصر کر دیا۔

آپ نے اس کتاب میں کائنات کی ابتدا سے لے کر 302ھ تک کے اہم اہم واقعات کو نہایت اختصار سے ذکر کیا ہے۔ اس کا زمانۂ تصنیف چوتھی صدی ہجری کے ابتدائی دو تین سال معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ آپ بعض اوقات تاریخ میں تفسیر کا

---

[1] **نوٹ**: ہمارے علم کی حد تک آیندہ اس منہج سے ابن جریر پر کام ہونے کا فی الحال کوئی امکان نہیں، کیوں کہ علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے برادر محترم علامہ محمود شاکر اکیلے اس کام کو نبھانے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ محمود شاکر کی علمی فروتنی یا ادب کی طرف میلان نہیں، بلکہ کثرتِ کار، بڑھاپا اور دوسرے ذاتی اور ملکی مشاغل ہیں، اور پھر اتنا عظیم کام ایک آدمی کا ہے بھی نہیں۔ علامہ احمد شاکر مرحوم کی وفات سے صرف یہی ایک کام تشنہ نہیں رہ گیا، بلکہ بیسیوں کام ادھورے پڑے ہیں اور علامہ محمود مقدور بھر اپنا کام کر رہے ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ اس دور میں رجال اور اسناد کی طرف کسی کی توجہ بھی نہیں۔ شام میں صرف ہمارے استاد علامہ ناصر الدین البانی ایک ایسے شخص ہیں جو اگر اس کام کو چاہیں تو مکمل کر سکتے ہیں، لیکن وہ بھی طبرانی پہ کام کر رہے ہیں۔ نیز ایک "سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة" اور "الأحاديث الصحيحة" شروع کر رکھا ہے۔ خدائے علام سے دعا ہے کہ وہ اس قحط الرجال اور بے مائیگی و کم علمی کے دور میں اپنے ایسے بندے پیدا فرما دے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کام کرنے کی اہلیت رکھنے والے ہوں اور وہ نہ صرف ان ناتمام کاموں کو مکمل کر دیں، بلکہ دیگر ضروری اور بے شمار کام بھی سرانجام دیں۔ (احسان الٰہی ظہیر)

حوالہ دیتے ہیں اور تفسیر 299ھ میں اختتام پذیر ہوئی تھی۔ جیسا کہ یاقوت حموی نے ذکر کیا ہے کہ کتاب کی اہمیت اور قبولیت کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ اس کے عظیم المرتبت اور عالی مقام مصنف کے بعد جتنے بھی مورخین آئے انھوں نے اس کتاب پر کلی اعتماد کیا، بلکہ جس شخص کو تاریخ طبری اور اس کے بعد کی لکھی ہوئی تاریخی کتب کے مطالعہ کا موقع ملا ہے وہ یہی محسوس کرے گا کہ بعد کی کتابیں اسی سے ماخوذ ہیں، اگرچہ اس کے مصنف ابن اثیر ہوں یا علامہ ابن خلدون یا ابوالفداء، علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کی کتاب سے وہ کسی جگہ بھی بے نیاز نہیں ہو سکے۔

جہاں تک آپ کی مورخانہ حیثیت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں قاضی ابوبکر ابن العربی کا قول فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

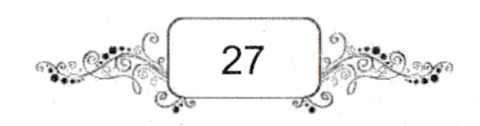
"ولا تقبلوا رواية إلا عن أئمة الحديث، ولا تسمعوا لمؤرخ كلاما إلا للطبري رحمة الله عليه"[1]

"ائمہ حدیث کے علاوہ اور کسی کی روایت قبول نہ کیجیے اور نہ ہی امام طبری رحمہ اللہ کے علاوہ کسی اور مورخ کی بات سنو۔"

تاریخ طبری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں واقعات کو باسند ذکر کیا گیا ہے، اس لیے کوئی صاحبِ تحقیق کسی قسم کے دھوکے میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔ راویوں کی موجودگی میں بڑی آسانی سے روایت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اصل غرض یہ پیشِ نظر رکھی ہے کہ تاریخی واقعات کا ذخیرہ ایک جگہ جمع شدہ مل جائے۔ چنانچہ کمزور سے کمزور راوی کی تاریخی روایتوں کے لانے سے بھی وہ احتراز نہیں کرتے۔ ایسی روایات میں ابن جریر رحمہ اللہ کی حیثیت ایک ناقل سے زیادہ کچھ نہیں، جیسا کہ کتاب کے مقدمہ میں خود ہی اس بات کی وضاحت فرما دی ہے۔

---

[1] العواصم (ص: ٢٤٨) طبع مصر




آپ فرماتے ہیں:

”فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه أو يستشنعه سامعه من أجل أنه لم يعرف له وجها في الصحة ولا معنى في الحقيقة، فليعلم أنه لم يؤت في ذلك من قبلنا، وإنما أتي من قبل بعض ناقليه إلينا، و إنما أدينا ذلك على نحو ما أدي إلينا“ [1]

”ہماری اس کتاب میں پہلے لوگوں کے متعلق جو بھی ایسی خبر ہو جو پڑھنے والے کو ناپسند اور سننے والے کو شنیع معلوم ہو۔ اس لیے کہ اسے اس کے صحیح ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں اور نہ ہی فی الواقعہ اس کے نزدیک اس کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ خبر ہماری طبع زاد نہیں، بلکہ اسے بعض راویوں نے جس طرح ہم تک پہنچایا، اسی طرح ہم نے یہ امانت آگے ادا کر دی ہے۔“

اس وضاحت کے بعد ہم ابن جریر کو قطعاً الزام نہیں دے سکتے کہ انھوں نے بعض غیر محقق روایات کو اپنی کتاب میں کیوں جگہ دی۔ اگر محض کسی ضعیف یا موضوع روایت کو باسند ذکر کر دینا بھی قابلِ ملامت ہے تو اس سے ہم بڑے بڑے اکابرینِ امت کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

## غلط پروپیگنڈا:

کچھ عرصے سے شیعہ حضرات کے بے جا غلو کے ردِ عمل میں بعض کتابیں بازار میں آرہی ہیں جن میں آرہی ہیں جن میں خلفائے بنو امیہ کی حمایت کا انداز بھی غلو

---

[1] تاریخ الطبري (١ ٨)

سے خالی نہیں۔ مجموعی حیثیت سے بعض کتابیں نہایت مفید ہیں اور ہمیں ان سے بہت حد تک اتفاق ہے، لیکن ان کتابوں میں علامہ ابن جریر رحمہ اللہ اور ان کی مایۂ ناز تاریخ کے متعلق جس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ بالکل سطح بینی پر مبنی ہے۔ اس قسم کی کتابوں میں قارئین کو بڑے زور وشور سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نعوذ باللہ رافضی وضاع اور کذاب تھے اور ان کی تاریخ مجموعۂ اباطیل اور ذخیرۂ خرافات ہے۔

جہاں تک اتہامِ اول کا تعلق ہے تو اس کا جواب کافی تفصیل کا محتاج ہے، پیشِ نظر مضمون میں جس کی گنجایش نہیں۔ فی الحال ہمیں آپ کی تالیفات کے سلسلے میں تاریخ کے متعلق ہی کچھ عرض کرنا ہے۔

ہاں تو جو لوگ تاریخ ابن جریر رحمہ اللہ کے متعلق سوئے ظن رکھتے ہیں ہمیں ان میں سے تمنا عمادی، محمود عباسی، ابو یزید بٹ اور ظفر سیالکوٹی صاحب کی تحریرات پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ بظاہر متاخر الذکر تینوں حضرات کوئی نئی چیز نہیں لکھ سکے، بلکہ جو کچھ ان کے سرغنہ تمنا عمادی لکھ چکے ہیں یہ اسی کے مختلف اڈیشن ہیں۔

دراصل یہ خیالات محمود عباسی نے جناب تمنا سے نقل کیے ہیں اور ان کی کتاب سے بٹ صاحب اور ظفر صاحب نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کر دیے ہیں۔ اس لیے تاریخ طبری کی مخالفت میں جو زہریلا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اس کا اصل محور تمنا عمادی اور انکارِ حدیث کا مخصوص ذہن ہے جس کی آبیاری کے لیے بہت سے ذہن کام کر رہے ہیں۔

ماہنامہ ''طلوعِ اسلام'' کے اپریل کے شمارے میں تمنا صاحب نے تاریخ طبری پر ایک مفصل مضمون لکھا تھا، جس میں انھوں نے اپنے ان خیالات کو ''دلائل و براہین'' سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ ان کے تمام دلائل اور اپنے جوابات ذکر

کروں تو یہ قارئین ''الاعتصام'' کے لیے تحصیل حاصل ہے، کیوں کہ میں نے اسی وقت ان دلائل کی حقیقت کھول کر پیش کر دی تھی۔ جسے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا وہ ''الاعتصام'' کی جلد 18 (شمارہ 50-51) میں دیکھ سکتا ہے۔ میں نے دلائل سے یہ ثابت کیا تھا کہ ان کی تحقیقات 95 فیصد غلط ہیں، لیکن ان کی طرف سے آج تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اگر ان کے پاس کچھ ہوتا تو ضرور میدان میں آتے۔

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تحقیقاتِ علمیہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ یہاں بھی پیش کر دیا جائے، امید ہے کہ قارئین لطف اندوز ہوں گے۔ تمنا صاحب نے دعویٰ فرمایا تھا کہ سیف بن عمر کے شیوخ میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کا نام محمد بن راشد ہو۔[1]

میں نے اس کے جواب میں عرض کی کہ جناب سیف بن عمر کے اساتذہ میں پندرہ شخص ایسے ہیں جن کا نام محمد بن راشد ہے اور تمام کی فہرست مع حوالہ جات نقل کر دی۔

دراصل ایسی کتاب جو ہزارہا صفحات میں پھیلی ہوئی ہو اس کے متعلق اس قسم کا دعویٰ کرنا بڑا آسان ہوتا ہے۔ ادعا کنندہ یہی سمجھتا ہے کہ کون سر پھرا ہزارہا صفحات کی ورق گردانی کرے گا! بات بھی کسی حد تک معقول ہے، خصوصاً زمانۂ حاضر میں، اس لیے تمنا صاحب اور ان سے متاثر حضرات تاریخ طبری کے متعلق کچھ اسی قسم کے دعوے کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں:

> ''تمام کتاب میں بس سری بن اسماعیل کی روایات بھری پڑی ہیں جو شیعہ تھا، لہٰذا کتاب کو ہاتھ نہ لگائیے، یہ سازش کے تحت مرتب کی گئی ہے۔''

حالانکہ پوری کتاب میں ایک روایت بھی سری بن اسماعیل سے نہیں اور نہ ہی سری بن اسماعیل کا اس میں کہیں ذکر ہے۔ ہاں سری بن یحییٰ کی روایات مشاجراتِ

---

[1] طلوعِ اسلام (ص:۴۷)

صحابہ کے سلسلے میں کافی تعداد میں مذکور ہیں اور یہ بلند پایہ محدث اور قابلِ اعتماد مورخ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے واقدی کے مقابلے میں ان کی روایات کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح ابومخنف لوط بن یحییٰ کے متعلق کہتے ہیں کہ پوری تاریخ میں نوے فیصد روایات اس غالی شیعہ کی مذکور ہیں۔ حالانکہ اس کی روایات ابن جریر رحمہ اللہ نے صرف جنگِ جمل، جنگِ صفین اور واقعۂ کربلا کے سلسلے میں ذکر کی ہیں اور تنہا اس کی نہیں، بلکہ مدائنی اور بعض دوسرے لوگوں کی روایات بھی ان واقعات میں آپ کو ملیں گی۔ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو ابومخنف کی اکثر روایات میں ابن جریر تضاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ایک قسم کی زبردست تنقید ہے۔

اسی طرح کلبی اور اس کے بیٹے ہشام کی روایات کا حال ہے۔ پوری کتاب میں ان کی روایات کثیر تعداد میں مذکور ہیں، لیکن ان کے ساتھ ساتھ دوسری روایات بھی کم نہیں۔ خصوصاً جب ان کی روایات مسلسل چلتی ہیں تو ابن جریر ذیلی روایات کے ذریعے ان پر نہایت عمدہ انداز میں تنقید کرتے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ تنقید لفظوں میں نہیں ہوتی بلکہ انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ اس دور میں تحقیق و تنقید کا یہ بھی ایک علمی انداز تھا جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

مختصر یوں سمجھیے کہ ابن جریر کی تاریخ میں راویوں کی متعدد اقسام ہیں جن میں بعض ثقہ اور بعض ضعیف بھی ہیں۔ ابن جریر نے بعض مقامات پر اپنے راویوں کی خود ہی تقسیم کی ہے، مثلاً: بعض رواۃ کو ''اہلِ سیر'' کا نام دیتے ہیں اور بعض کو ''اصحاب الاخبار'' کا، اور محدثین کے لیے عموماً لفظ ''سلف'' استعمال فرماتے ہیں۔ آپ نے اہلِ کتاب اور روم و فارس کے اہلِ علم کے اقوال بھی اپنی تاریخ میں کثرت سے ذکر کیے ہیں،

معلوم ہوتا ہے کہ وہ روم اور فارس کی تاریخ کا ذکر ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں جو آپ کے زمانے میں عربی میں ترجمہ ہو چکی تھیں۔

تاریخ طبری کو ہم تین اقسام پر تقسیم کر سکتے ہیں:

① حصہ قبل از اسلام۔

② سیرتِ رسول وخلفائے راشدین۔

③ طبری تک کا زمانہ۔

تاریخ میں بکثرت تفسیری روایات بھی ہیں جن میں مرکزی شخصیت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ان کے علاوہ خلفائے اربعہ، ابو ہریرہ، عبداللہ بن مسعود، سلمان فارسی، حذیفہ، انس اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی کثیر تعداد میں روایات موجود ہیں۔

طبری کے حصۂ سیرت میں زیادہ تر روایات محمد بن اسحاق کی ہیں جن کے ثقہ ہونے پر اس وقت کے تمام محدثین متفق ہیں۔ اس سلسلے میں ذیلی روایات بھی کثیر تعداد میں ہیں لیکن وہ زیادہ محدثین ہی کی روایات ہیں۔ اسی طرح قبل از اسلام کے سلسلے میں بھی زیادہ روایات محمد بن اسحاق کی ہیں۔ ان کے علاوہ کعب احبار، عبداللہ بن سلام اور وہب بن منبہ کی روایات بھی کافی تعداد میں مذکور ہیں۔

اہلِ تراجم نے ذکر کیا ہے کہ ابن جریرؒ نے محمد بن اسحاق کی کتاب احمد بن حماد دولابی سے حاصل کی تھی لیکن تاریخ طبری میں عموماً اس کی سند اس طرح آتی ہے:

”حدثنا محمد بن حميد، قال: حدثنا سلمة عن ابن إسحاق“

اس حصے میں کچھ روایات کلبی سے بھی آتی ہیں، لیکن ان کی حیثیت ذیلی روایات سے زیادہ نہیں۔ ہاں حصۂ سیرت میں ابان بن عثمان، عروہ بن زبیر، شرحبیل

بن سعد، موسیٰ بن عقبہ کی روایات محمد بن اسحاق سے کم نہیں۔ اموی دور کی تاریخ میں کثرت عوانہ بن حکم کی روایات کو حاصل ہے، جب کہ عباسی تاریخ میں مرکزی شخصیت احمد بن ابی خیثمہ ہے۔

بہر حال طبری نے اپنی تاریخ میں سیکڑوں اساتذہ کا ذکر کیا ہے جن میں بعض بڑے بڑے مفسر، عظیم محدث اور عمر بن شبّہ جیسے قابلِ اعتماد مورخ بھی ہیں۔ آخر کہاں کا انصاف ہے کہ چند ناپسندیدہ رواۃ کی وجہ سے پوری کتاب ہی کو سبوتاژ کرنے کی ٹھان لی جائے اور اس کے متعلق اباطیل وخرافات جیسے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ میری اس گفتگو کا یہ مقصد نہیں کہ تاریخ ابن جریر کوئی آسمانی صحیفہ ہے یا یہ کہ اس کی روایات نقد و جرح سے بالا ہیں، بلکہ گزارش کا مقصد یہ ہے کہ وہ تاریخ کی کتاب ہے حدیث وتفسیر کی نہیں، اور پھر مؤلف کے مقصدِ تالیف کو سامنے رکھ کر اس پر نقد وتبصرہ کیا جائے، اندھا دھند مکھی پہ مکھی مارنا اہلِ علم کی شان نہیں۔

کیا اس حقیقت سے انکار ہو سکتا ہے کہ سب باتوں کے باوجود یہ کتاب تاریخ کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے؟ تاریخِ اسلام سمجھنے کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسری کتاب نہیں۔ جو لوگ اس کتاب کی حیثیت کو گرانے کے لیے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں، کیا وہ لوگ اس کتاب سے بے نیاز ہو سکتے ہیں؟ حمایتِ بنو امیہ میں جتنی کتابیں بھی منظرِ عام پر آ رہی ہیں ان میں بھی اپنے دعاوی کو ثابت کرنے کے لیے ان کے مؤلفین زیادہ مواد تاریخ طبری ہی سے حاصل کر رہے ہیں۔ اس قابلِ قدر کتاب کے متعلق یہ انتہا پسندانہ نظریہ غیر مفید ہی نہیں، عدمِ مطالعہ اور قلتِ علم کی غمازی بھی کرتا ہے۔

ذرا سوچیے! جس کتاب کی تمام روایات باسند ہوں، کیا ایک ہوش مند عالم تحقیق وتنقید سے ان کی روشنی میں صحیح تاریخی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا؟ ہاں جو شخص فنِ رجال سے ناواقف اور علمی حیثیت سے کمزور ہو اس کے لیے اس کتاب میں فائدے

کے بجائے نقصان زیادہ ہے۔ اس لیے اس کے اردو تراجم تو نہایت ہی غیر مفید اور ضرر رساں ہو سکتے ہیں، خصوصاً وہ ترجمہ جو فارسی کے ترجمہ سے ہوا ہے، وہ تو نہایت ہی خطرناک ہو سکتا ہے۔ میں نے فارسی ترجمہ دیکھا ہے، اس میں تو ابن جریر کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

## ابن جریر کی دیگر تصانیف:

ابن جریر کی تمام تالیفات پر مفصل گفتگو کی جائے تو یہ مقالہ اس کا متحمل نہیں۔ انتہائی اختصار کے باوجود یہ پانچویں قسط آپ کے زیرِ مطالعہ آ رہی ہے، اس لیے باقی تصنیفات کے سلسلے میں مزید اختصار کے بغیر چارہ نہیں۔

## 3- ذیل المذیل:

یہ کتاب گردشِ ایام کی نظر ہو چکی ہے، اس کا حجم تاریخ طبری کے ایک ثلث کے برابر یعنی ایک ہزار ورق تھا۔ اس بے نظیر کتاب میں ابن جریر نے پہلے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یا بعد میں فوت یا شہید ہوئے۔ ترتیب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب، پھر قریش کے قرب کو ملحوظ رکھا، ان کے بعد تابعین، پھر تبع تابعین، حتی کہ اپنے شیوخ تک کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ ان کے افکار و آراء کا بھی، اور ان آراء کی بھی تردید کی جو غلط طور پر ان کی طرف منسوب تھیں، جیسے حسن بصری، قتادہ اور عکرمہ رحمہم اللہ کی طرف منسوب روایتیں۔[1] علامہ یاقوت اس کی تعریف میں فرماتے ہیں:

”ھو من محاسن الکتب و أفاضلھا“

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: معجم الأدباء (۱۸ ۷۱)

## شبہے کا ازالہ:

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اس کتاب کا وجود اس وقت دنیا میں موجود نہیں، ہاں اس ضخیم کتاب کے ایک حصے کا معمولی سا انتخاب دستیاب ہے جو "المنتخب من ذیل المذیل" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ انتخاب کس نے کیا؟ تاریخ اس سلسلے میں خاموش ہے۔ مستشرقین نے پہلی بار جب تاریخ طبری شائع کی تو انھوں نے اس انتخاب کو بھی تاریخ کے ساتھ ہی شائع کر دیا، اس طرح جب تاریخ طبری مصر میں شائع ہوئی تو تب وہاں بھی اس کتاب کو اس کے ساتھ شائع کر دیا گیا، جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے کہ تاریخ طبری 302ھ تک ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ کتاب تاریخ کا حصہ نہیں اور نہ ہی اسے اس سے کوئی تعلق ہے۔

اس گزارش کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ ہمارے بعض مدعیانِ تحقیق، مثلاً: عباسی صاحب اور ان سے متاثرین، عدمِ تحقیق کی وجہ سے اس کتاب کو تاریخ طبری کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ کتاب ابن جریر کی دوسری تالیف ذیل المذیل کے ایک حصے کا انتخاب ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اور اسی کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ پر لعن طعن لکھا ہے جس کی وجہ سے ہمارے دوست، ابن جریر کو مطعون کرتے ہیں، حالانکہ تاریخ ابن جریر جو ہزارہا صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور سیکڑوں بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ کا ذکر اس میں آیا ہے، ایک بار بھی ابن جریر نے ان کے ناموں پر ایسا لفظ استعمال نہیں کیا۔

## 4- اختلاف الفقہاء:

ابن جریر کی یہ تصنیف بلاشبہہ اپنے موضوع پر منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ فقاہت کے کتنے بلند مقام پر فائز تھے، اس میں آپ نے جن

فقہاء کے اقوال ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں: امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن، امام ثوری اور امام اوزاعی رحمہم اللہ وغیرہم۔ علاوہ ازیں فقہائے صحابہ اور بعض تابعین کے اقوال بھی اس میں مذکور ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں امام احمد کا ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے حنابلہ سخت برہم ہو گئے اور برسرِ منبر آپ پر خشت باری کی۔ عوام میں آپ کے خلاف سخت تنفر پیدا کیا، حتی کہ آپ کے متعلق رفض و تشیع[1] جیسے الفاظ بھی استعمال کرنے سے دریغ نہ کیا گیا۔ یہ داستان بڑی دردناک ہے، اس کا تفصیلی ذکر کسی دوسرے موقع پر ہو گا۔

اس کتاب کا کچھ حصہ 1902ء میں مصر سے شائع ہوا تھا۔ میں نے اُسے دیکھا ہے، واقعتاً اس میں امام احمد رحمہ اللہ کا ذکر نہیں۔ یہ کتاب حضرت الامیر مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ کے پاس موجود ہے۔[2]

## 5- تھذیب الآثار:

یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی، اس کے بعض مخطوطے استنبول میں موجود ہیں۔[3] اس کتاب کی نظیر کتبِ حدیث میں نہیں ملتی۔ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

”لم أر سواه في معناه إلا أنه لم يتم“[4]

[1] ہمارا خیال ہے کہ ابن جریر پر اس تہمت کی ابتدا یہیں سے ہوئی۔ ہم صاحبِ مضمون مولانا عبدالخالق سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس اہم نکتے پر تفصیلاً روشنی ڈالیں گے۔ (احسان الٰہی ظہیر)

[2] یہ کتاب مولف نے مکمل کر دی تھی، جیسا کہ امام ذہبی نے صراحت کی ہے، مگر تا حال یہ کتاب مکمل دستیاب نہیں ہوئی اور اس کے بعض حصے ہی چھپ سکے ہیں۔

[3] عرصہ ہوا یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے، مگر یہ بھی نامکمل ہے۔

[4] تاریخ بغداد (۱۲۳/۲)

”میں نے اس انداز کی اور کوئی کتاب نہیں دیکھی، مگر آپ نے اسے مکمل نہیں کیا۔“

علامہ یاقوت فرماتے ہیں:

وهو كتاب يتعذر على العلماء عمل مثله ويصعب عليهم تتمته“[1]

”یہ ایسی کتاب ہے کہ علماء کے لیے اس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے اور اس کو مکمل کرنا ان کے بس میں نہیں۔“

## 6- صريح السنة:

اس کتاب کا ایک نام شرح السنہ بھی ہے، اس میں آپ نے اپنے عقائد و رجحانات کا ذکر کیا ہے۔ پوری کتاب کا قلمی نسخہ استنبول میں موجود ہے۔ اس کا آخری حصہ ”الاعتقاد“ کے نام سے بمبئی اور مصر میں چھپ چکا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے یہاں اس کتاب کا ایک اقتباس ذکر کیا جاتا ہے جو عقائدِ ابن جریر کے سمجھنے میں نہایت مفید ہوگا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اس کتاب میں فرماتے ہیں:

”أفضل أصحابه ﷺ أبو بكر الصديق، ثم الفاروق عمر بن الخطاب، ثم ذو النورين عثمان بن عفان، ثم أمير المؤمنين وإمام المتقين علي بن أبي طالب رضوان الله عليهم أجمعين“[2]

”رسول اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے زیادہ افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر ان کے بعد حضرت فاروق عمر بن خطاب، پھر ذوالنورین

---

[1] معجم الأدباء (١٨/ ٧٥)

[2] الاعتقاد (ص: ٦) طبع بمبئی ١٣١١ھ

حضرت عثمان بن عفان، پھر امیر المومنین امام المتقین حضرت علی بن طالب ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔"

## 7- کتاب الفضائل:

اس کتاب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا ذکر ہے۔ علامہ یاقوت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن جریر رحمہ اللہ جب کافی مدت کے بعد طبرستان آئے تو وہاں رفض و تشیع کا کافی ظہور ہو چکا تھا۔ اصحابِ رسول خصوصاً شیخین رحمہما اللہ کے حق میں علانیہ بدزبانی کی جاتی تھی، چنانچہ آپ نے فضائلِ شیخین پر ایک کتاب املا کروائی۔ جب حاکمِ شہر کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے آپ کی گرفتاری کا حکم دیا، لیکن آپ وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور آپ کی وجہ سے ایک اور بزرگ کو کافی سزا دی گئی۔[1]

## 8- جامع القراءات:

ابن جریر نے اپنی اس بلند پایہ کتاب کا ذکر تفسیر میں بھی کیا ہے۔ مسائلِ قراءت میں بعض اوقات اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ جزری نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ صاحبِ کشف الظنون کا بیان ہے کہ اس میں بیس سے زیادہ قراءتیں ہیں۔ ابوعلی صاحبِ اقناع فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب 18 جلدوں میں دیکھی ہے، اگرچہ خط قدرے بڑا تھا۔[2]

## 9- بسيط القول في أحكام شرائع الإسلام:

تفسیر میں جہاں کہیں فقہی مسائل کا ذکر آتا ہے تو ابن جریر مسائل کو سمیٹنے کے

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: معجم الأدباء (١٨ ٨٥_٨٦)

[2] مقدمہ تاریخ طبری (ص: ١٧)

لیے عموماً فرماتے ہیں کہ اس مسئلے کی پوری وضاحت ہم نے ''احکام شرائع الاسلام'' میں کر دی ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کے لیے یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ ابن جریر کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ ان کے تلامذہ دوسری کتابوں کی جگہ ''بسیط القول'' اور ''تہذیب الآثار'' میں خصوصی محنت کریں۔ یاقوت نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے کہا ہے:

''من كتبه الفاضلة'' ''ابن جریر رحمہ اللہ کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔''

## 10- لطيف القول في أحكام شرائع الإسلام:

نہایت عمدہ اور نفیس ترین کتاب ہے۔ ابن جریر کے فقہی مسلک میں اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ فقہاء عموماً اسی پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ اختلاف الفقہاء میں ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کا کئی بار ذکر کیا ہے۔ آپ عموماً فرمایا کرتے تھے:

''لي كتابان لا يستغني عنهما فقيه الاختلاف، واللطيف''[1]

''میری دو کتابوں ''اختلاف الفقہاء'' اور ''لطیف القول'' سے کوئی فقیہ بے نیاز نہیں رہ سکتا۔''

## 11- الخفيف في أحكام شرائع الإسلام:

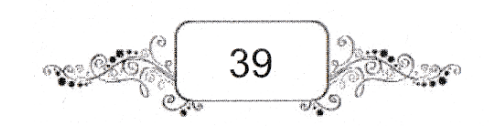
یہ کتاب لطیف القول ہی کا اختصار ہے۔

## 12- آداب المناسک:

بقول ابن عساکر حج کے موضوع پر جامع کتاب ہے۔[2]

[1] معجم الأدباء (۱۸ ۷۲)

[2] تاریخ دمشق (۳۵۲/۸)



## 13- آداب النفوس:

ابن جریر نے اپنی زندگی کے آخری سال یہ کتاب تصنیف فرمائی۔ اس میں بدنِ انسانی کے تمام اعضا کے شرعی وظائف کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ زہد وتقویٰ اور ذکر و فکر، بالفاظ دیگر تصوفِ اسلامی پر نہایت عمدہ کتاب ہے۔

## 14- التبصير في معالم الدين:

یہ ایک رسالہ ہے جو آپ نے اہلِ طبرستان کی طرف لکھا تھا، اس میں اسم و مسمی کا اختلاف اور مبتدعین کے بعض مذاہب کا ذکر ہے۔[1]

## 15- الرد علی ذي الأسفار:

امام داود ظاہری رحمہ اللہ کے بعض خیالات پر تنقید ہے، لیکن ابن جریر کے لیے یہ کتاب نقصان دہ ثابت ہوئی، کیوں کہ آپ کے خلاف حنابلہ میں ظاہری بھی شامل ہو گئے۔ امام داود بن علی کے لڑکے ابوبکر نے ایک کتاب "الرد علی ابن جریر" لکھ ڈالی اور آپ کی مخالفت میں وہی سطحی انداز اختیار کیا جو بعض حنابلہ نے کر رکھا تھا۔

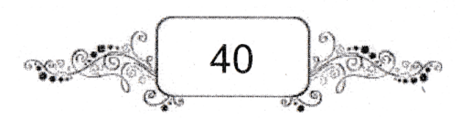
## 16- فضائل علي رضی اللہ عنہ:

ناصبیت کے جواب میں فضائلِ علی رضی اللہ عنہ پر ایک ضخیم کتاب لکھی جس میں "حدیثِ غدیر" کو صحیح[2] ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

---

[1] یہ کتاب ڈاکٹر علی بن عبد العزیز شبل کی تحقیق سے دار العاصمہ ریاض سے ۱۹۹۶ء میں چھپ چکی ہے۔

[2] اس حدیث کے ضعیف ہونے میں محققین علمائے کرام میں کبھی اختلاف نہیں رہا۔ کسی بھی قابلِ ذکر محدث اور فنِ رجال کے ماہر نے اس کے راویوں کی توثیق نہیں کی۔ اس کے برعکس بڑے بڑے جہابذۂ فن نے اس کی تضعیف اور اس کے راویوں پر جرح کر کے انھیں ناقابلِ احتجاج ثابت کیا ہے۔ خصوصاً امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی معرکہ آراء کتاب "منہاج السنۃ" ←





علاوہ ازیں ابن جریر کی بعض اور تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں،[1] لیکن اختصار کے پیشِ نظر ہم اس موضوع کو یہیں ختم کرتے ہیں، کیوں کہ ابن جریر کی منصفانہ حیثیت کو سمجھنے کے لیے اس سے زیادہ تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔[2]

---

← میں اس پر کافی مفصل گفتگو کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر بفرضِ محال اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے وہ معنی و مفہوم اخذ نہیں ہوتا جو ہمارے شیعہ دوست اخذ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کبھی ضرورت پڑی تو ہم اس پر ان شاء اللہ تفصیلاً اپنی گزارشات پیش کر دیں گے۔
(احسان الٰہی ظہیر)

[1] ڈاکٹر علی بن عبدالعزیز الشبل نے امام طبری سے متعلق اپنی مستقل کتاب میں ان کی 37 کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں ان 16 کتب کے علاوہ: اختيار من أقاويل الفقهاء، آداب القضاة، الرد على ابن عبد الحلم على مالك، الرد على الحرقوصية، الرمي والنشاب، رسالة في جزء حديث الهميان، العدد والتنزيل، فضائل العباس بن عبد المطلب، عبارة الرؤيا، مختصر الفرائض، المسند المجرد، كتاب الوقف، كتاب الطير، الغرائب، الشروط، الأيمان، الجراح وغیرہ شامل ہیں۔

[2] ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور (۳۰ ستمبر، ۶، ۱۳، ۲۷ اکتوبر، ۳ نومبر ۱۹۶۷ء)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.

أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ، أَنْبَأَنَا جَدِّي أَبُو الْقَاسِمِ الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَسَدِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي الْعَلَاءِ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي نَصْرٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى الدِّيْنَوَرِيُّ، قَالَ: قُرِئَ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيِّ وَ أَنَا أَسْمَعُ:

ابو سعید عمرو بن محمد الدینوری اس کتاب کے راوی ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ کے سامنے ان کی اس کتاب کی قراءت کی گئی جب کہ میں سن رہا تھا:

١۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُفْلِجِ الْحَقِّ وَنَاصِرِهِ، وَ مُدْحِضِ الْبَاطِلِ وَمَاحِقِهِ، الَّذِي اخْتَارَ الْإِسْلَامَ لِنَفْسِهِ دِيناً، فَأَمَرَ بِهِ وَأَحَاطَهُ،

1- تمام تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لیے جو حق کا مظہر و مؤید اور باطل کو نیست و نابود کرنے والا ہے۔ جس نے دینِ اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیتے ہوئے اس پر

وَتَوَكَّلَ بِحِفْظِهِ، وَضَمِنَ إِظْهَارَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. ثُمَّ اصْطَفَى مِنْ خَلْقِهِ رُسُلًا ابْتَعَثَهُمْ بِالدُّعَاءِ إِلَيْهِ، وَأَمَرَهُمْ بِالْقِيَامِ بِهِ وَالصَّبْرِ عَلَى مَا نَابَهُمْ فِيْهِ مِنْ جَهَلَةِ خَلْقِهِ، وَامْتَحَنَهُمْ مِنَ الْمِحَنِ بِصُنُوْفٍ، وَابْتَلَاهُمْ مِنَ الْبَلَاءِ بِضُرُوْبٍ، تَكْرِيْمًا لَهُمْ غَيْرَ تَذْلِيْلٍ، وَتَشْرِيْفًا غَيْرَ تَخْسِيْرٍ، وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ، فَكَانَ أَرْفَعُهُمْ عِنْدَهُ دَرَجَةً أَجَدَّهُمْ إِمْضَاءً مَعَ شِدَّةِ الْمِحَنِ، وَأَقْرَبُهُمْ إِلَيْهِ زُلْفًا، وَأَحْسَنَهُمْ إِنْفَاذًا لِمَا أَرْسَلَهُ بِهِ مَعَ عَظِيْمِ الْبَلِيَّةِ.

عمل پیرا ہونے کا حکم دیا اور اس کی حفاظت اپنے ذمے لی۔ کفار و مشرکین کی ناک خاک میں ملاتے ہوئے اپنے دین کو سربلند فرمایا۔ دینِ اسلام کی دعوت کے لیے اس پروردگار نے اپنے رسلِ کرام کا انتخاب فرمایا۔ انھیں اس دین کا علم لہرانے اور جاہل اقوام کی تکالیف پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ مختلف آزمایشوں سے دوچار کرتے ہوئے انھیں عزت و اکرام سے نوازا اور ایک دوسرے پر درجات میں بلند فرمایا۔ سخت آزمائشوں میں عزیمت اور استقامت پر ثابت قدمی اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے عزت و شان سے نوازا اور مصائب و تکالیف میں فریضۂ تبلیغ کو بطریقِ احسن انجام دینے والوں کو مراتب میں اپنے مزید تقرب سے نوازا۔

٢۔ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ مُحْكَمِ كِتَابِهِ لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾

[الأحقاف: ٣٥]

2- اللہ تعالیٰ اپنی محکم کتاب میں اپنے نبی کریم ﷺ کو صبر و استقامت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

”پس (اے محمد!) جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں، اسی

طرح تم بھی صبر کرو۔"

وَ قَالَ لَهُ ﷺ وَلِأَتْبَاعِهِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾

[البقرة: ٢١٤]

آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو اُن کے ساتھ تھے، سب پکار اُٹھے کہ کب خدا کی مدد آئے گی۔ دیکھو اللہ کی مدد (عن) قریب (آیا چاہتی) ہے۔"

وَ قَالَ:

مزید فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ

"مومنو! اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جو (اُس نے) تم پر (اُس وقت کی) جب فوجیں تم پر (حملہ کرنے کو) آئیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کیے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اُن کو دیکھ رہا ہے۔ [۹] جب وہ

الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾

[الأحزاب: ۹-۱۲]

تمھارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ [۱۰] وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔ [۱۱] اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہنے لگے کہ اللہ اور اُس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔''

وَ قَالَ تَعَالَی ذِکْرُہٗ: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾

[العنکبوت: ۲-۳]

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

''کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمایش نہیں کی جائے گی۔ [۲] اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں، ہم نے اُن کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ اُن کو ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔''

٣۔ فَلَمْ يُخْلِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ أَحَدًا مِنْ مُكْرِمِي رُسُلِهِ، وَمُقَرَّبِي أَوْلِيَائِهِ مِنْ مِحْنَةٍ فِي عَاجِلَةٍ دُونَ آجِلَةٍ؛ لِيَسْتَوْجِبَ بِصَبْرِهِ عَلَيْهَا مِنْ رَبِّهِ مِنَ الْكَرَامَةِ مَا أَعَدَّ لَهُ، وَمِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْهِ مَا كَتَبَهُ لَهُ، ثُمَّ جَعَلَ تَعَالَى، جَلَّ وَعَلَا ذِكْرُهُ، عُلَمَاءَ كُلِّ أُمَّةِ نَبِيٍّ ابْتَعَثَهُ مِنْهُمْ وُرَّاثَهُ مِنْ بَعْدِهِ، وَالْقُوَّامَ بِالدِّيْنِ بَعْدَ اخْتِرَامِهِ إِلَيْهِ وَقَبْضِهِ، الذَّابِّيْنَ عَنْ عُرَاهُ وَأَسْبَابِهِ، وَالْحَامِيْنَ عَنْ أَعْلَامِهِ وَشَرَائِعِهِ، وَالنَّاصِبِيْنَ دُونَهُ لِمَنْ بَغَاهُ وَحَادَّهُ، وَالدَّافِعِيْنَ عَنْهُ كَيْدَ الشَّيْطَانِ وَضَلَالَهُ.

3- اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو دنیا میں آزمایش سے دوچار فرمایا ہے تاکہ وہ صبر و عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رب کے ہاں عزت و شرف کا مقام حاصل کر سکیں۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کو اپنے انبیاء کے وارث اور دین کے علمبردار بنایا۔ ان علماء و داعیان نے شریعت اور حاملینِ شریعت کا دفاع کیا۔ شرپسندوں اور مخالفین کے سامنے ڈٹ کر باطل کا مقابلہ کیا اور شیطان کے مکر و فریب اور گمراہیوں کو پوری جرات سے رد کیا۔

٤۔ فَضَّلَهُمْ بِشَرَفِ الْعِلْمِ، وَكَرَّمَهُمْ بِوَقَارِ الْحِلْمِ، وَجَعَلَهُمْ لِلدِّيْنِ وَأَهْلِهِ أَعْلَامًا، وَلِلْإِسْلَامِ وَالْهُدَى مَنَارًا، وَلِلْخَلْقِ قَادَةً، وَلِلْعِبَادِ أَئِمَّةً وَسَادَةً، إِلَيْهِمْ مَفْزَعُهُمْ عِنْدَ الْحَاجَةِ، وَ بِهِمُ اسْتِغَاثَتُهُمْ عِنْدَ النَّائِبَةِ، لَا يُثْنِيهِمْ عِنْدَ التَّعَطُّفِ

4- اللہ تعالیٰ نے علمائے امت کو علم کے شرف اور حلم و بردباری کے وقار سے عزت بخشی، انھیں اعلامِ دین اور رشد و ہدایت کے مینار بنا دیا۔ یہ علماء اقوامِ عالم کے لیے قائدین اور راہنما ثابت ہوئے۔ لوگوں کو اپنے مسائل و حوادث میں انہیں سے مدد ملی۔ قوموں کے برے

وَالتَّحَنُّنِ عَلَيْهِمْ سُوْءُ مَا هَمَّ مِنْ أَنْفُسِهِمْ يُوْلُوْنَ، وَلَا تَصُدُّهُمْ عَنِ الرِّقَّةِ عَلَيْهِمْ وَالرَّأْفَةِ بِهِمْ قُبْحُ مَا إِلَيْهِ، مَا يَأْتُوْنَ مُحَرَّمًا مَنَعَهُمْ طَلَبُ جَزِيْلِ ثَوَابِ اللّٰهِ فِيهِمْ، وَتَوَخِّيًا طَلَبَ رِضَى اللّٰهِ فِي الْأَخْذِ بِالْفَضْلِ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ جَعَلَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَ ذِكْرُهُ، عُلَمَاءَ أُمَّةِ نَبِيِّنَا ﷺ مِنْ أَفْضَلِ عُلَمَاءِ الْأُمَمِ الَّتِي خَلَتْ قَبْلَهَا فِيمَا كَانَ؛ قَسَمَ لَهُمْ مِنَ الْمَنَازِلِ وَالدَّرَجَاتِ وَالْمَرَاتِبِ وَالْكَرَامَاتِ قَسَمًا، وَأَجْزَلَ لَهُمْ فِيهِ حَظًّا وَنَصِيبًا، مَعَ ابْتِلَاءِ اللّٰهِ أَفَاضِلَهَا بِمَنَافِعِهَا، وَامْتِحَانِهِ خِيَارَهَا بِشِرَارِهَا، وَرُفَعَائَهَا بِسِفْلِهَا وَضُعَائِهَا فَلَمْ يَكُنْ يُثْنِيهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مِنْهُمْ يُبْتَلُوْنَ، وَلَا كَانَ يَصُدُّهُمْ مَا فِي اللّٰهِ مِنْهُمْ يَلْقَوْنَ عَنِ النَّصِيحَةِ لِلّٰهِ فِي عِبَادِهِ وَبِلَادِهِ أَيَّامَ حَيَاتِهِمْ، بَلْ كَانُوا بِعِلْمِهِمْ عَلَى

رویوں، بداخلاقیوں اور درشت لہجوں کے باوجود علمائے کرام نے شفقت و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرم دلی کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اجر و ثواب کے حصول کے لیے قوم کی راہنمائی کرتے رہے۔ انہی خوبیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء کو سابقہ امتوں کے مقابلے میں افضل و برتر بنا دیا اور درجات و مراتب کے اعتبار سے بلند تر کر دیا۔ یہ شرف و فضل انھیں ان آزمایشوں میں سرخرو ہونے کی بدولت بھی حاصل ہوا جو اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیوی جاہ و حشمت اور شر پسندوں و رذیلوں کے مقابل آزما کر عطا فرمایا۔ احمقوں اور جاہلوں کے برے رویوں کے باوجود ان علماء نے حق بیان کرنا نہ چھوڑا اور نہ ہی مخلوقِ خدا کی خیر خواہی کا جذبہ ماند پڑنے دیا۔ یہ علماء قوموں کے جاہلانہ رویوں کے باوجود انھیں تعلیم دیتے رہے، حلم و بردباری کا مظاہرہ کرتے رہے اور اعلیٰ اخلاق سے ان کی

جَهْلِهِمْ يَعُودُونَ، وَبِحِلْمِهِمْ لِسَفَهِهِمْ يَتَعَمَّدُونَ، وَبِفَضْلِهِمْ عَلَى نَقْصِهِمْ يَأْخُذُونَ، بَلْ كَانَ لَا يَرْضَى كَبِيرٌ مِنْهُمْ مَا أَزْلَفَهُ لِنَفْسِهِ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ فَضْلِ ذَلِكَ أَيَّامَ حَيَاتِهِ وَادَّخَرَ مِنْهُ مِنْ كَرِيمِ الذَّخَائِرِ لَدَيْهِ قَبْلَ مَمَاتِهِ، حَتَّى تَبْقَى لِمَنْ بَعْدَهُ آثَارًا عَلَى الْأَيَّامِ بَاقِيَةً، وَلَهُمْ إِلَى الرَّشَادِ هَادِيَةً، جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهِمْ أَفْضَلَ مَا جَزَا عَالِمَ أُمَّةٍ عَنْهُمْ، وَحَبَاهُمْ مِنَ الثَّوَابِ أَجْزَلَ ثَوَابٍ، وَجَعَلَنَا مِمَّنْ قَسَمَ لَهُ مِنْ صَالِحِ مَا قَسَمَ لَهُمْ، وَأَلْحَقْنَا بِمَنَازِلِهِمْ، وَكَرَّمْنَا بِحُبِّهِمْ وَمَعْرِفَةِ حُقُوقِهِمْ، وَأَعَاذَنَا وَالْمُسْلِمِيْنَ جَمِيْعاً مِنْ مُرْدِيَاتِ الْأَهْوَاءِ، وَمُضِلَّاتِ الْآرَاءِ، إِنَّهُ سَمِيعُ الدُّعَاءِ.

جہالتوں کو برداشت کرتے رہے۔ علماء کی اکثریت دنیاوی آسایشوں اور نعمتوں پر آخرت کی اس کامیابی اور عزت افزائی کو ترجیح دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم احسانات کی صورت میں ان کے لیے ذخیرہ کر رکھی ہے۔ اس طرزِ عمل سے ان مقدس ہستیوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لیے بہترین راہِ عمل چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ انھیں امتِ مسلمہ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور اجرِ جزیل سے نوازے۔ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کرتے ہوئے ہمیں ان کے درجات پر فائز کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو خواہشات کے فتنوں اور گمراہ کن راہوں سے پناہ دے، یقیناً وہ اللہ دعاؤں کو سننے والا ہے۔

**٥**۔ ثُمَّ إِنَّهُ لَمْ يَزَلْ مِنْ بَعْدِ مُضِيِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لِسَبِيلِهِ حَوَادِثُ فِي كُلِّ دَهْرٍ تَحْدُثُ، وَنَوَازِلُ فِي

5- رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد ہر زمانے میں نئے نئے مسائل اور حوادث پیش آتے رہے، جن کے حل

كُلِّ عَصْرٍ تَنْزِلُ، يَفْزَعُ فِيهَا الْجَاهِلُ إِلَى الْعَالِمِ، فَيَكْشِفُ فِيهَا الْعَالِمُ سَدَفَ الظَّلَامِ عَنِ الْجَاهِلِ بِالْعِلْمِ الَّذِي آتَاهُ اللّٰهُ وَفَضَّلَهُ بِهِ عَلَى غَيْرِهِ، إِمَّا مِنْ أَثَرٍ وَ إِمَّا مِنْ نَظَرٍ، فَكَانَ مِنْ قَدِيمِ الْحَادِثَةِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ الْحَوَادِثِ الَّتِيْ تَنَازَعَتْ فِيهِ أُمَّتُهُ، وَاخْتِلَافِهَا فِيْ أَفْضَلِهِمْ بَعْدَهُ ﷺ، وَأَحَقِّهِمْ بِالْإِمَامَةِ، وَ أَوْلَاهُمْ بِالْخِلَافَةِ.

کے لیے لاعلم لوگ علماء کی طرف رجوع کرتے۔ علمائے کرام قرآن و سنت کے علم یا اپنے اجتہاد و بصیرت کی روشنی میں جہالت کی تاریکیاں دور کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امت جن مسائل سے دوچار ہوئی، ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

سب سے پہلا مسئلہ خلافت اور جانشینی کا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد منصبِ امامت و خلافت پر فائز ہونے کا اولین حقدار کون ہے۔

٦۔ ثُمَّ الْقَوْلُ فِيْ أَعْمَالِ الْعِبَادِ طَاعَتِهَا وَمَعَاصِيهَا، وَهَلْ هِيَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَقَدْرِهِ أَمِ الْأَمْرُ فِيْ ذٰلِكَ الْمُبْهَمِ مُفَوَّضٌ؟

6- پھر تقدیر کے مسئلے میں اختلاف بھی قدیم مسائل میں سے ہے کہ بندوں کے اطاعت اور معصیت کے اعمال اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہیں یا یہ بندوں ہی کے سپرد ہیں اور وہی اپنے اعمال کے خالق ہیں۔

٧۔ ثُمَّ الْقَوْلُ فِيْ الْإِيمَانِ هَلْ هُوَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ أَمْ هُوَ قَوْلٌ بِغَيْرِ عَمَلٍ؟ وَهَلْ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ أَمْ لَا زِيَادَةَ لَهُ وَلَا نُقْصَانَ؟

7- پھر ایمان کے مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ قول و عمل کا مجموعہ ہے یا اعمال ایمان کا حصہ نہیں ہیں اور کیا ایمان میں اضافہ یا کمی ہوتی ہے یا نہیں؟

٨۔ ثُمَّ الْقَوْلُ فِيْ الْقُرْآنِ هَلْ هُوَ مَخْلُوْقٌ أَوْ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ؟

8- پھر قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے مسئلے نے سر اٹھایا۔

٩۔ ثُمَّ رُؤْيَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَبَّهُمْ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

9- پھر یہ اختلاف کہ آیا اہلِ ایمان روزِ قیامت اپنے رب کا دیدار کریں گے یا نہیں؟

١٠۔ ثُمَّ الْقَوْلُ فِيْ أَلْفَاظِهِمْ بِالْقُرْآنِ.

10- پھر یہ اختلاف کہ قرآن کریم کی قراءت میں ہمارے الفاظ کا کیا حکم ہے؟

١١۔ ثُمَّ حَدَثَ فِيْ دَهْرِنَا هَذَا حَمَاقَاتٌ خَاضَ فِيْهَا أَهْلُ الْجَهْلِ وَالْغَبَاءِ وَنَوْكَيْ الْأُمَّةِ وَالرِّعَاعِ يُتْعِبُ إِحْصَاؤُهَا وَيُمَلُّ تَعْدَادُهَا، فِيْهَا الْقَوْلُ فِيْ اسْمِ «الشَّيْءِ» أَهُوَ هُوَ أَمْ هُوَ غَيْرُهُ؟

11- اس کے بعد ہمارے زمانے میں احمقانہ مسائل نے سر اٹھایا جن میں جاہل، کم علم اور احمق طبقے نے مغز ماری کی۔ ان مسائل کا شمار کرنا مشکل ہے۔ ان میں یہ مسئلہ کہ ''کسی چیز کا اسم'' کیا وہ اسی کا ہے یا اس کے علاوہ کا ہے؟

وَنَحْنُ نُبَيِّنُ الصَّوَابَ لَدَيْنَا مِنَ الْقَوْلِ فِيْ ذَلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ.

ہم اللہ کی توفیق سے ان مسائل میں قولِ حق اور صائب رائے بیان کریں گے۔

# اَلْقَوْلُ فِيْ الْقُرْآنِ وَ أَنَّهُ كَلَامُ اللّٰهِ

# قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

**۱۲**۔ فَأَوَّلُ مَا نَبْدَأُ بِالْقَوْلِ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ عِنْدَنَا: اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ وَتَنْزِيْلُهُ؛ إِذْ كَانَ مِنْ مَعَانِيْ تَوْحِيْدِهِ، فَالصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِيْ ذٰلِكَ عِنْدَنَا أَنَّهُ: كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ كَيْفَ كُتِبَ وَحَيْثُ تُلِيَ وَفِيْ أَيِّ مَوْضِعٍ قُرِئَ، فِيْ السَّمَاءِ وُجِدَ، وَ فِيْ الْأَرْضِ حَيْثُ حُفِظَ، فِيْ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ كَانَ مَكْتُوْبًا، وَفِيْ أَلْوَاحِ صِبْيَانِ الْكَتَاتِيْبِ مَرْسُوْمًا، فِيْ حَجَرٍ نُقِشَ أَوْ فِيْ وَرَقٍ خُطَّ، أَوْ فِيْ الْقَلْبِ حُفِظَ، وَبِلِسَانٍ لُفِظَ، فَمَنْ قَالَ غَيْرَ ذٰلِكَ أَوِ ادَّعَى أَنَّ

12- قرآن کریم کے بارے میں ہم یہی کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر مشتمل ہے۔ حق یہی ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔ ہر اعتبار سے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ہے، چاہے لکھا جائے، تلاوت کیا جائے، قراءت کی جائے، آسمان میں ہو یا زمین میں، لوحِ محفوظ میں ہو یا بچوں کی تختیوں پر مکتوب، پتھر پر منقوش ہو یا کاغذ پر مخطوط، دلوں میں محفوظ ہو یا زبانوں پر ملفوظ۔ جو کوئی اس کے علاوہ عقیدہ رکھے یا یہ دعویٰ کرے کہ زمین و آسمان میں قرآن

قُرْآناً فِي الْأَرْضِ أَوْ فِي السَّمَاءِ سِوَى الْقُرْآنِ الَّذِي نَتْلُوهُ بِأَلْسِنَتِنَا وَنَكْتُبُهُ فِي مَصَاحِفِنَا، أَوِ اعْتَقَدَ غَيْرَ ذَلِكَ بِقَلْبِهِ، أَوْ أَضْمَرَهُ فِي نَفْسِهِ، أَوْ قَالَهُ بِلِسَانِهِ دَائِنًا بِهِ، فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ، حَلَالُ الدَّمِ، بَرِيءٌ مِنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ مِنْهُ بَرِيءٌ، بِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ [البروج: ٢١_٢٢]

وہ قرآن نہیں جو ہم اپنی زبانوں سے تلاوت کرتے ہیں یا مصاحف میں تحریر کرتے ہیں، ایسے نظریات دل میں رکھے یا زبان سے اظہار کرے، یقیناً ایسا شخص کافر اور واجب القتل ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے لاتعلق اور اللہ اس سے بری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں) بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے۔ [۲۱] لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا)۔''

وَقَالَ [وَقَوْلُهُ الْحَقُّ] عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ [التوبة: ٦]

مزید فرمایا:

''اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اُس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلام اللہ سننے لگے۔''

**١٣**۔ فَأَخْبَرَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ أَنَّهُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ مَكْتُوبٌ، وَأَنَّهُ مِنْ لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَسْمُوعٌ، وَهُوَ قُرْآنٌ وَاحِدٌ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ مَسْمُوعٌ، فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ مَكْتُوبٌ، وَذَلِكَ هُوَ فِي الصُّدُورِ

13- اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ قرآن کریم لوح محفوظ میں مکتوب اور رسول اللہ ﷺ سے سماعت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ سینوں میں محفوظ اور جوانوں و بوڑھوں کی زبانوں سے تلاوت کیا جاتا ہے۔

مَحۡفُوظٌ، وَبِأَلۡسُنِ الشُّيُوخِ وَالشَّبَابِ مَتۡلُوٌّ.

**١٤**۔ قَالَ أَبُو جَعۡفَرٍ: فَمَنۡ رَوَى عَنَّا، أَوۡ حَكَى عَنَّا، أَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا، فَادَّعَى أَنَّا قُلۡنَا غَيۡرَ ذٰلِكَ فَعَلَيۡهِ لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهُ، وَلَعۡنَةُ اللَّاعِنِينَ وَالۡمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجۡمَعِينَ، لَا قَبِلَ اللّٰهُ لَهُ صَرۡفاً وَلَا عَدۡلًا، وَهَتَكَ سِتۡرَهُ، وَفَضَحَهُ عَلَى رُؤُوسِ الۡأَشۡهَادِ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ الظَّالِمِينَ مَعۡذِرَتُهُمۡ، وَلَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوءُ الدَّارِ.

14- امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ نے کہا:
''جس کسی نے ہماری طرف اس کے علاوہ کوئی اور قول منسوب کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و غضب، فرشتوں اور تمام کائنات کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا پردہ فاش کرے اور ساری کائنات کے سامنے رسوا کرے جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ ان کے لیے لعنت اور برا مقام ہوگا۔''

**١٥**۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بۡنُ سَهۡلٍ الرَّمۡلِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بۡنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا مَعۡبَدٌ أَبُو عَبۡدِ الرَّحۡمَنِ، عَنۡ مُعَاوِيَةَ بۡنِ عَمَّارٍ الدُّهۡنِيِّ، قَالَ: قُلۡتُ لِجَعۡفَرِ بۡنِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ: إِنَّهُمۡ يَسۡأَلُونَ عَنِ الۡقُرۡآنِ؛ مَخۡلُوقٌ أَوۡ خَالِقٌ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ لَيۡسَ بِخَالِقٍ وَلَا

15- ہم سے موسیٰ بن سہل رملی نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن داود نے بیان کیا، ان سے معبد ابوعبدالرحمٰن نے بیان کیا، وہ معاویہ بن عمار الدہنی سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے پوچھا:
''لوگ قرآن کریم کے متعلق سوال

مَخْلُوْقٍ، وَلَكِنَّهُ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

کرتے ہیں کہ وہ خالق ہے یا مخلوق؟ امام جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ قرآن کریم نہ خالق ہے اور نہ ہی مخلوق ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔[1]

**١٦۔** وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْآمُلِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْآمُلِيُّ أَبُوْ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا ابنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ دِيْنَارٍ، يَقُوْلُ: أَدْرَكْتُ مَشَايِخَنَا مُنْذُ سَبْعِيْنَ سَنَةً يَقُوْلُوْنَ: اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ، مِنْهُ بَدَأَ وَ إِلَيْهِ يَعُوْدُ.

16- ہم سے محمد بن منصور آملی نے بیان کیا، ان کو حکم بن محمد آملی نے بیان کیا، انھوں نے ابن عیینہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے ستر سال سے اپنے مشائخ سے ان کا یہی قول سنا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اسی سے اس کا آغاز ہوا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔[2]

---

[1] خلق أفعال العباد للبخاري (ص: ١٠٩) الشريعة للآجري (ص: ٧٧) شرح أصول الاعتقاد للالكائي: (٢٤٢/١) اس روایت کی سند میں ''معبد بن راشد'' راوی پر جرح کی گئی ہے، لیکن اس کی متابعت موجود ہے۔ دیگر سندوں اور طرق کی وجہ سے یہ روایت پایۂ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔ اسی لیے امام بیہقی نے کتاب ''الاعتقاد'' میں کہا ہے:
''یہ روایت امام جعفر سے صحیح اور مشہور ثابت ہے۔''

[2] خلق أفعال العباد للبخاري (ص: ١) التاريخ الكبير للبخاري: (٣٣٨/٢) اس روایت کی سند صحیح ہے۔ امام لالکائی رحمہ اللہ نے اس روایت کو مصنف کی سند سے نقل کیا ہے۔ (شرح أصول الاعتقاد للالكائي: ٢٤٣/١)

# اَلْقَوْلُ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

# اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے بارے میں صحیح موقف

**۱۷**۔ وَأَمَّا الصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ رَبَّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهُوَ دِيْنُنَا الَّذِيْ نَدِيْنُ اللّٰهَ بِهِ، وَأَدْرَكْنَا عَلَيْهِ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَهُوَ: أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَرَوْنَهُ عَلَى مَا صَحَّتْ بِهِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

17- روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے بارے میں ہمارا موقف یہی ہے جو تمام اہل السنہ والجماعہ کا موقف ہے اور وہ یہ کہ اہلِ جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ اس موقف پر رسول اللہ ﷺ کی کئی احادیث موجود ہیں، ان میں سے ایک حدیث مندرجہ ذیل ہے:

**۱۸**۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، وَحَدَّثَنَا تَمِيْمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ تَمِيْمٌ: أَنْبَأَنَا يَزِيْدُ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَحَدَّثَنَا ابْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَمَرْوَانُ

18- جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے چودھویں رات کے ماہِ کامل پر نظر دوڑائی اور فرمایا: تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اللہ تعالیٰ کی رؤیت میں تمھیں کسی مشکل یا ازدحام کا

ابْنُ مُعَاوِيَةَ، وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، جَمِيْعًا عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: «إِنَّكُمْ رَاءُوْنَ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا»

سامنا نہیں ہوگا۔ اگر تم اس بات کی استطاعت رکھو کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے (نمازِ فجر) اور غروب سے پہلے (نمازِ عصر) ادا کرنے میں کوتاہی نہ ہو تو ایسا ہی کرو۔

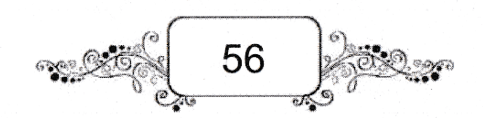
ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ [ق: ٣٩]

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:
''آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔''

وَلَفْظُ الْحَدِيْثِ لِحَدِيْثِ مُجَاهِدٍ.

قَالَ يَزِيْدُ: مَنْ كَذَّبَ بِهَذَا الْحَدِيْثِ فَهُوَ بَرِيْءٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، حَلَفَ غَيْرَ مَرَّةٍ.

یزید بن ہارون راوی نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کہا:
''جو کوئی بھی اس حدیث کی تکذیب کرے، وہ اللہ اور اس کے رسول سے




بری و لاتعلق ہے۔ اس بات پر یزید نے کئی دفعہ قسم بھی اٹھائی۔''[1]

وَأَقُولُ أَنَا: صَدَقَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَصَدَقَ يَزِيدُ وَقَالَ الْحَقَّ.

میں کہتا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا اور یزید کی بات بھی برحق ہے۔

---

1. صحيح البخاري: (٢ ٣٣) صحيح مسلم: (١ ٤٣٩)

# اَلْقَوْلُ فِيْ أَفْعَالِ الْعِبَادِ وَحَسَنَاتِهِمْ وَسَيِّئَاتِهِمْ

# بندوں کے افعال اور ان کی نیکیوں و گناہوں کے بارے میں راجح موقف

**۱۹۔** وَأَمَّا الصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ لَدَيْنَا فِيْمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنْ أَفْعَالِ الْعِبَادِ وَحَسَنَاتِهِمْ وَسَيِّئَاتِهِمْ: فَإِنَّ جَمِيْعَ ذَلِكَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالَى، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُقَدِّرُهُ وَمُدَبِّرُهُ، لَا يَكُوْنُ شَيْءٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا يَحْدُثُ شَيْءٌ إِلَّا بِمَشِيْئَتِهِ، لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ كَمَا يُرِيْدُ.

19- بندوں کے افعال کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن ان میں صحیح موقف یہی ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور مشیت سے صادر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی امورِ کائنات کی تدبیر کرتا ہے۔ ہر کام اس کے ارادے اور مشیت پر موقوف ہے۔ پیدا بھی اسی نے کیا اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی سند سے بیان کیا ہے:

**۲۰۔** حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفِرْيَابِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

20- ہم سے زیاد بن یحییٰ الحسانی اور عبیداللہ بن محمد الفریابی نے بیان کیا، ان دونوں سے عبداللہ بن میمون نے بیان

ابْنُ مَيْمُوْنٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

کیا، ان سے جعفر بن محمد نے اور جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے بیان کیا، انھوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، وَحَتَّى يَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ، وَمَا أَخْطَأَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهُ»

''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک تقدیر کی اچھائی و برائی پر ایمان نہ لائے اور جب تک اس کا یہ ایمان نہ ہو کہ اسے جو ملنا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوسکتا اور جو نہیں ملنا وہ کبھی مل نہیں سکتا۔''[1]

وَاللَّفْظُ لِحَدِيْثِ أَبِي الْخَطَّابِ زِيَادِ بْنِ يَحْيٰى.

دوسری حدیث امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے یوں بیان کی:

**۲۱**۔ حَدَّثَنِي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ

21- ہم سے یعقوب بن ابراہیم الجوزجانی[2]

---

[1] امام ترمذی رحمہ اللہ نے (۲۱۴۴) اس حدیث کو بیان کیا اور عبداللہ بن میمون کو منکر الحدیث قرار دے کر حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ''التقریب'' میں عبداللہ بن میمون کو منکر الحدیث کہا ہے۔ اس حدیث کے شواہد حضرت زید بن ثابت، ابو الدرداء اور انس رضی اللہ عنہم کی روایات سے ملتے ہیں۔

[2] امام طبری کے مشائخ میں یعقوب بن ابراہیم الجوزجانی کا نام نہیں ملتا، بلکہ یعقوب بن ابراہیم الدورقی کا نام ملتا ہے۔ شائد یہاں وہی مراد ہیں۔ علامہ احمد شاکر نے اپنی تحقیق میں، امام طبری کے مشائخ میں یعقوب بن ابراہیم الدورقی کا ذکر کیا ہے اور امام ذہبی نے بھی سیر اعلام النبلاء (۱۲/۱۴۱) میں الدورقی کے اساتذہ میں ابن أبی حازم کا ذکر کیا ہے۔

الْجُوزَجَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:

نے بیان کیا، ان سے ابن ابی حازم نے بیان کیا، انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، فَإِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ.

''قدریہ (منکرینِ تقدیر) اس امت کے مجوس ہیں۔[1] اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت نہ کرو۔''[2]



[1] مصنف کے شیخ نے اس روایت کو موقوف جبکہ موسیٰ بن اسماعیل نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے، جسے امام ابو داود نے (۴۶۹۱) ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کی دیگر کئی سندیں اور شواہد موجود ہیں جن سے یہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔

[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرینِ تقدیر کو اس امت کے مجوسی قرار دیا، کیونکہ جس طرح مجوسی خیر اور شر کے دو الٰہ (معبود) بناتے ہیں اسی طرح قدریہ نے بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کی ذات اور شر کا خالق بندے کو بنا دیا، حالانکہ خیر و شر سب اللہ تعالیٰ کے قضا و قدر سے ہیں۔ (النهاية لابن الأثير: ٢٩٩/٤)

# اَلْقَوْلُ فِيْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

# صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں صحیح موقف

٢٢۔ وَأَمَّا الْحَقُّ فِيْ اخْتِلَافِهِم فِيْ أَفْضَلِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: فَمَا جَاءَ عَنْهُ ﷺ وَتَتَابَعَ عَلَى الْقَوْلِ بِهِ السَّلَفُ وَذَلِكَ مَا:

22- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے افضل کون ہے، اس میں امت نے اختلاف کیا ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور اسلافِ امت کے اقوال کی روشنی میں ہم برحق موقف بیان کرتے ہیں۔

٢٣۔ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرِ بْنِ سَيَّارٍ الرَّمَادِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِيْ نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا اخْتَارَ أَصْحَابِيْ

23- ہم سے موسیٰ بن سہل الرملی اور احمد بن منصور بن سیار نے بیان کیا، ان دونوں سے عبداللہ بن صالح نے بیان کیا، ان سے نافع بن یزید نے، ان سے زہرہ بن معبد نے، ان سے سعید بن مسیّب نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انبیاء و رسل کے بعد اللہ

عَلَى جَمِيعِ الْعَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَاخْتَارَ مِنْ أَصْحَابِي أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ أَصْحَابِي، وَفِي أَصْحَابِي كُلِّهِمْ خَيْرٌ، وَاخْتَارَ أُمَّتِي عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ، وَاخْتَارَ مِنْ أُمَّتِي أَرْبَعَةَ قُرُونٍ مِنْ بَعْدِ أَصْحَابِي، الْقَرْنَ الْأَوَّلَ وَالثَّانِيَ وَالثَّالِثَ تَتْرَى، وَالْقَرْنَ الرَّابِعَ فَرْدًا»

تعالیٰ نے میرے اصحاب کو تمام کائنات پر منتخب پیدا فرمایا۔ پھر میرے صحابہ میں سے ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو افضل بنایا۔ اور میرے تمام صحابہ ہی برتر و افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا اور میری امت میں صحابہ کے بعد چار زمانوں کو بہتر بنایا، ان میں سے پہلا، دوسرا اور تیسرا زمانہ مسلسل ہیں اور باقی چوتھا زمانہ انفرادی لوگوں کے اعتبار سے ہے۔[1]

---

[1] اس روایت کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق (ص:۱۰۴) میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند عبداللہ بن صالح کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے کہا: اس کی روایات بے اصل ہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس پر وضعِ حدیث کا حکم عائد کیا ہے۔ (میزان الاعتدال:۲/۴۴۲)

اس حدیث کو خطیب بغدادی نے (تاریخ بغداد: ۳/۱۶۲) نقل کیا ہے، اس کی سند میں بھی مذکورہ راوی عبداللہ بن صالح ہی ہے جس کا ضعف بیان ہو چکا ہے۔ البتہ اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان درجہ بندی اور مراتب کے تفاوت کا جو بیان ہے اس پر صحیح احادیث موجود ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث جو صحیح بخاری (۷/۱۶) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم عہدِ رسالت میں جب صحابہ کرام میں فضیلت کی بات کرتے تو ان میں سب سے افضل حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کو افضل قرار دیا کرتے تھے۔

جہاں تک خیر القرون کی بات ہے تو اس بارے صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۷۶) میں حدیث موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر زمانوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ←

| | |
|---|---|
| ٢٤۔ وَكَذٰلِكَ نَقُوْلُ: فَأَفْضَلُ أَصْحَابِهِ ﷺ: الصِّدِّيقُ أَبُوْ بَكْرٍ رضي الله عنه، ثُمَّ الْفَارُوْقُ بَعْدَهُ عُمَرُ، ثُمَّ ذُوْ النُّوْرَيْنِ عُثْمَانُ بْنِ عَفَّانَ، ثُمَّ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ. | 24- اسی طرح ہمارا یہ بھی موقف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سب سے افضل حضرت ابوبکر، پھر عمر فاروق، پھر عثمان بن عفان ذوالنورین ہیں، ان کے بعد امیر المومنین و امام المتقین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔[1] |
| ٢٥۔ وَأَمَّا أَوْلٰى الْأَقْوَالِ بِالصَّوَابِ | 25- خلافت کے استحقاق میں صحابہ کرام |

← فرمایا کہ بہترین زمانہ میرا ہے۔ پھر آپ نے دوسرے اور تیسرے زمانے کا ذکر فرمایا۔ البتہ مذکورہ روایت میں صحابہ کے بعد چار زمانوں کی فضیلت پر کوئی روایت ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

[1] شیخ ابراہیم بن عامر الرحیلی اس کتاب کی شرح میں فرماتے ہیں:
''سلف صالحین، کچھ صحابہ کرام کو باقی کے سوا امتیازی القاب دینا پسند نہیں کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بطورِ خاص یہاں "أمير المومنين وإمام المتقين" کہنا محلِ نظر ہے، کیونکہ مصنف نے اس سے پہلے صدیق پھر فاروق اور پھر ذوالنورین لقب ذکر کیا۔ اگر حضرت علی کے بارے ابو السبطین کہتے تو سابقہ القاب کی مناسبت سے یہی بہتر تھا۔ حضرت علی کے بارے امیر المومنین کا لقب ذکر کرنے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ پہلے اصحاب امیر المومنین نہیں ہیں، حالانکہ مصنف کی یہ قطعاً مراد نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے امام طبری کو تشیع کی طرف منسوب کیا گیا ہے، حالانکہ ان کے عقائد و نظریات اہل السنہ والے ہیں اور وہ حضرت علی کو خلفائے ثلاثہ کے بعد امیر المومنین مانتے ہیں اور انھیں معصوم قرار نہیں دیتے۔ اسی طرح امام طبری خوارج اور ناصبیوں کے عقائد سے بھی براءت کا اعلان کرتے ہیں۔ شاید امیر المومنین کہنے سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ معصوم نہیں اور نہ ہی کفر و فسق کی طرف منسوب ہیں جس طرح کہ خوارج کے انتہا پسند نظریات ہیں۔ تاہم پھر بھی مصنف کو احتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا یا تو سب کے ایسے القابات ذکر کرتے یا حضرت علی کے بھی یہ القاب ذکر نہ کرتے۔ واللہ اعلم۔''

| | |
|---|---|
| عِنْدَنَا فِيمَا اخْتَلَفُوا: مَنْ أَوْلَىٰ الصَّحَابَةِ بِالْإِمَامَةِ، فَبِقَوْلِ مَنْ قَالَ بِمَا: | میں سے اولین حقدار، اس کے متعلق ہمارے ہاں راجح قول آنے والے آثار وروایات کی روشنی میں ہے: |
| **٢٦**۔ حَدَّثَنِي بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارَةَ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا حَشْرَجُ بْنُ نُبَاتَةَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُهْمَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: | 26- ہم سے محمد بن عمارہ اسدی نے، ان سے عبیداللہ بن موسیٰ نے، ان سے حشرج بن نباتہ نے، ان سے سعید بن جہمان نے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے غلام سفینہ نے بیان کیا: |
| «اَلْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ مُلْكٌ» | ''میری امت میں خلافت تیس سال تک ہوگی، پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔'' |
| قَالَ لِي سَفِينَةُ: | حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ مجھ سے کہنے لگے: |
| أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ: سَنَتَانِ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ: عَشْرٌ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ: اثْنَتَا عَشْرَةَ، وَخِلَافَةَ عَلِيٍّ: سِتٌّ. | حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال شمار کرو، حضرت عمر کی خلافت دس سال، حضرت عثمان کی خلافت بارہ سال اور حضرت علی کی خلافت چھے سال۔ |
| قَالَ: فَنَظَرْتُ فَوَجَدْتُهَا ثَلَاثِينَ سَنَةً. | سعید بن جہمان کہتے ہیں کہ میں نے شمار کیا تو تیس سال ہی پائے۔[1] |

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٦٤٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٢٢٦) اس کی سند کے راویوں حشرج بن نباتہ اور عبیداللہ بن موسیٰ پر کچھ جرح موجود ہے، لیکن حشرج کی متابعت عبدالوارث بن سعید اور عبیداللہ کی متابعت سوار بن عبداللہ نے کی ہے۔ اس طرح حدیث حسن درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ واللہ اعلم

# اَلْقَوْلُ فِي الْإِيمَانِ، زِيَادَتِهِ وَنُقْصَانِهِ

# ایمان میں کمی بیشی کے متعلق ہمارا موقف

**٢٧۔** وَأَمَّا الْقَوْلُ فِي الْإِيمَانِ هَلْ هُوَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ؟ وَهَلْ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، أَمْ لَا زِيَادَةَ فِيهِ وَلَا نُقْصَانَ؟ فَإِنَّ الصَّوَابَ فِيهِ قَوْلُ مَنْ قَالَ: هُوَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ، يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، وَبِهِ جَاءَ الْخَبَرُ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَعَلَيْهِ مَضَى أَهْلُ الدِّينِ وَالْفَضْلِ.

27- ایمان کے متعلق کہ کیا یہ قول وعمل کا مجموعہ ہے اور کیا اس میں کمی اور اضافہ ہوتا ہے یا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی؟ اس کے بارے میں یہی قول راجح اور صحیح ہے کہ ایمان قول وعمل کا مجموعہ ہے اور اس میں کمی و اضافہ ہوتا ہے۔ اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے اقوال ہیں اور اہلِ دین و فضل اسی موقف پر قائم ہیں۔

**٢٨۔** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْنَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنِ الْإِيمَانِ، فِي مَعْنَى الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ

28- ہم سے محمد بن علی بن حسن بن شقیق نے بیان کیا کہ ہم نے ایمان کی کمی و اضافے کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا تو انھوں نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے

ابْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرِنِ الْخَطَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عُمَيْرِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: اَلْإِيْمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ. فَقِيلَ: وَمَا زِيَادَتُهُ، وَمَا نُقْصَانُهُ؟ فَقَالَ: إِذَا ذَكَرْنَا اللّٰهَ فَحَمِدْنَاهُ وَسَبَّحْنَاهُ فَذَلِكَ زِيَادَتُهُ، وَ إِذَا غَفَلْنَا، وَضَيَّعْنَا، وَنَسِينَا فَذَلِكَ نُقْصَانُهُ.

حسن بن موسیٰ بن اشیب نے، ان سے حماد بن سلمہ نے، ان سے ابوجعفر الخطمی نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے دادا عمیر بن حبیب سے بیان کیا کہ ایمان میں اضافہ اور کمی ہوتی ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اس میں اضافے اور کمی کا کیا مطلب ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اس کی حمد بیان کرتے ہیں (الحمد للہ کہتے ہیں) اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں (سبحان اللہ کہتے ہیں) تو اس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور جب ہم غافل ہوتے ہیں، اعمال میں کوتاہی کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں تو اس سے ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے۔[1]

**۲۹**۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلِنِ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ:

29- ہم سے علی بن سہل رملی نے، ان سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، ولید بن

[1] الشريعة للآجري (ص:١١٢)، شعب الإيمان للبيهقي (١ ١٩٥)، الإصابة (٣ ٣٠)، الإيمان لابن أبي شيبة (ص: ٧)، السنة لعبدالله بن أحمد (ص: ٧٥)، امام مزی رحمہ اللہ نے "تهذيب الكمال" میں امام ابن مہدی کا یہ قول نقل کیا ہے: "ابوجعفر اور ان کے باپ دادا ایک دوسرے سے صدق وصفا کے وارث تھے۔" (تهذيب الكمال للمزّي: ٣٩٣/٢٢)

سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ، وَمَالِكَ ابْنَ أَنَسٍ، وَسَعِيْدَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، يُنْكِرُوْنَ قَوْلَ مَنْ يَقُوْلُ: إِنَّ الْإِيْمَانَ إِقْرَارٌ بِلَا عَمَلٍ، وَيَقُوْلُوْنَ: لَا إِيْمَانَ إِلَّا بِعَمَلٍ، وَلَا عَمَلَ إِلَّا بِإِيْمَانٍ.

مسلم نے امام اوزاعی، مالک بن انس اور سعید بن عبدالعزیز سے سنا، یہ تمام ائمہ کرام ان لوگوں کے قول کا انکار کرتے تھے جو ایمان کو محض اقرار کا نام دیتے تھے اور اعمال کو ایمان کا حصہ نہیں کہتے تھے۔ ان ائمہ کرام کا قول تھا کہ اعمال کے بغیر ایمان نہیں ہوتا اور اعمال کی ایمان کے بغیر کوئی حیثیت نہیں۔[1]

---

[1] رواہ اللالكائي (٢ ٨٣٨) اس کی سند حسن ہے۔

# اَلْقَوْلُ فِيْ أَلْفَاظِ الْعِبَادِ بِالْقُرْآنِ

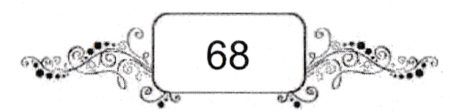
# قرآن کریم کی تلاوت میں بندوں کے الفاظ کے بارے میں ہمارا موقف

**٣٠۔** وَأَمَّا الْقَوْلُ فِيْ أَلْفَاظِ الْعِبَادِ بِالْقُرْآنِ، فَلَا أَثَرَ فِيْهِ نَعْلَمُهُ عَنْ صَحَابِيٍّ مَضَى، وَلَا تَابِعِيٍّ قَضَى، إِلَّا عَمَّنْ فِيْ قَوْلِهِ الْغِنَاءُ وَالشِّفَاءُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَرِضْوَانُهُ، وَفِيْ اتِّبَاعِهِ الرُّشْدُ وَالْهُدَى، وَمَنْ يَقُوْمُ قَوْلُهُ لَدَيْنَا مَقَامَ قَوْلِ الْأَئِمَّةِ الْأُوْلىٰ: أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ رحمه الله.

30- قرآن کریم پڑھتے ہوئے بندوں کے الفاظ پر نہ کسی صحابی کا قول اور نہ ہی کسی تابعی کا فیصلہ منقول ہے۔ البتہ اس کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ کا قول موجود ہے جو کافی و شافی ہے اور جس کی پیروی میں ہی رشد و ہدایت ہے۔ یقیناً امام احمد رحمہ اللہ کا قول قدیم سلف صالحین کے قول سی اہمیت رکھتا ہے۔

**٣١۔** فَإِنَّ أَبَا إِسْمَاعِيْلَ التِّرْمِذِيَّ حَدَّثَنِيْ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: اَللَّفْظِيَّةُ

31- ابو اسماعیل الترمذی نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبد اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا، وہ کہتے تھے:



جَهْمِيَّةٌ؛ لِقَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ اسْمُهُ: ﴿حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ [التوبة:٦] ، فَمِمَّنْ يَسْمَعُ.

تلاوت کے الفاظ کو مخلوق کہنا جہمیہ کا قول ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''یہاں تک کہ وہ اللہ کی کلام سن لیں۔'' تو قرآن کریم کس سے سنا جاتا ہے؟[1] (یقیناً وہ کسی نہ کسی کے الفاظ سنے گئے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ کہا ہے۔)

**٣٢**۔ ثُمَّ سَمِعْتُ جَمَاعَةً مِنْ أَصْحَابِنَا لَا أَحْفَظُ أَسْمَاءَهُمْ يَذْكُرُوْنَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: مَنْ قَالَ: ''لَفْظِي بِالْقُرْآنِ مَخْلُوْقٌ'' فَهُوَ جَهْمِيٌّ، وَمَنْ قَالَ: ''هُوَ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ'' فَهُوَ مُبْتَدِعٌ.

32- مصنف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے سنا، جن کے نام مجھے یاد نہیں، وہ امام احمد سے بیان کرتے تھے کہ انھوں نے کہا: ''جو شخص یہ کہے کہ قرآن کریم کو پڑھنے میں میرے الفاظ مخلوق ہیں وہ جہمی ہے اور جو کہے یہ غیر مخلوق ہیں تو وہ بدعتی ہے۔''[2]

---

[1] اس روایت کو امام ابو عثمان الصابونی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب عقیدة السلف (ص:١٢) میں مصنف سے روایت کیا ہے۔

[2] شیخ عبداللہ بن غنیمان نے کہا ہے:

''امام بخاری رحمہ اللہ نے ''خلق أفعال العباد'' (ص: ٦٢) میں امام احمد رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت کی ہے کہ بہت سے لوگ امام احمد کی دقتِ نظری اور مراد کو سمجھ نہیں پائے اور وہ یہ کہ لفظ کا اطلاق بسا اوقات ملفوظ پر ہوتا ہے اور بسا اوقات مصدری معنیٰ پر، یعنی زبان کی حرکت اور آواز پر جو انسان کا فعل ہے۔ چونکہ لفظ میں دونوں کا احتمال ہے اس لیے امام احمد رحمہ اللہ نے اس پر مطلقاً ممانعت کا حکم صادر کیا، کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن کریم میں میرے الفاظ ←

**٣٣۔** وَلَا قَوْلَ فِي ذَلِكَ عِنْدَنَا يَجُوزُ أَنْ نَقُولَهُ، إِذْ لَمْ يَكُنْ لَنَا فِيهِ إِمَامٌ نَأْتَمُّ بِهِ سِوَاهُ، وَفِيهِ الْكِفَايَةُ وَالْمَنْعُ، وَهُوَ الْإِمَامُ الْمُتَّبَعُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَرِضْوَانُهُ.

33- اس بارے میں ہمارے لیے کچھ اور کہنا جائز نہیں جبکہ ہمارے پاس اس مسئلے میں امام احمد رحمہ اللہ کے مثل کسی امام کی رائے نہیں جس کی پیروی کی جا سکے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا یہ قول کافی ہے، اس میں مزید کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

---

← مخلوق ہیں تو اس سے نفسِ کلام اور الفاظ مراد ہو سکتے ہیں اور اگر غیر مخلوق کہے تو اس سے فعل الانسان مراد ہو سکتا ہے۔ لہٰذا دونوں جانب غلطی کا امکان ہے اس لیے تفصیل سے بات کرنی چاہیے تا کہ اجمال اور احتمال کی وجہ سے غلطی کا امکان نہ رہے۔''

[1] شیخ عبداللہ بن غنیمان نے کہا:
''اس کا سبب یہ ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو کر حق کے راستے میں پیش آمدہ مشکلات و مصائب کو برداشت کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکرِ خیر اور اعلیٰ مقام بعد والوں کے دلوں میں پیدا کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ان کے لیے بہتر جزا ہے جو ان کے صدق و اخلاص کی بدولت قبولیتِ عامہ کی صورت میں دنیا میں مل گئی۔

# اَلْقَوْلُ فِيْ الِاسْمِ: أَهُوَ الْمُسَمَّى أَمْ هُوَ غَيْرُ الْمُسَمَّى؟

# کیا اسم کا اطلاق مسمّٰی پر ہوتا ہے یا غیر مسمیٰ پر؟

**٣٤۔** وَأَمَّا الْقَوْلُ فِيْ الِاسْمِ: أَهُوَ الْمُسَمَّى أَمْ غَيْرُ الْمُسَمَّى؟ فَإِنَّهُ مِنَ الْحَمَاقَاتِ الْحَادِثَةِ الَّتِيْ لَا أَثَرَ فِيهَا فَيُتَّبَعُ، وَلَا قَوْلَ مِنْ إِمَامٍ فَيُسْتَمَعُ، فَالْخَوْضُ فِيهِ شَيْنٌ، وَالصَّمْتُ عَنْهُ زَيْنٌ.

34- اسم کے متعلق یہ بحث کرنا کہ اس کا اطلاق مسمّٰی پر ہوتا ہے یا غیر مسمّٰی پر، یہ نئی احمقانہ بحث ہے جس کا اسلاف میں ذکر نہیں ملتا اور نہ اس مسئلے پر ائمہ نے آراء پیش کی ہیں۔ ایسی بحث باعثِ عار وعیب ہے جس سے اجتناب ہی میں عافیت ہے۔

**٣٥۔** وَحَسْبُ امْرِءٍ مِنَ الْعِلْمِ بِهِ، وَالْقَوْلِ فِيهِ أَنْ يَنْتَهِيَ إِلَى قَوْلِ اللّٰهِ، عَزَّ وَجَلَّ ثَنَاؤُهُ، الصَّادِقِ، وَهُوَ قَوْلُهُ:

35- انسان کے لیے اتنا علم ہی کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر قناعت اختیار کرے اور اس سے متجاوز نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ

”کہہ دو کہ تم اللہ (کہہ کر) پکارو یا

| | |
|---|---|
| ﴿أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ﴾ [الإسراء: ١١٠] | رحمان، جس نام سے پکارو، اس کے سب نام اچھے ہیں۔'' |
| وَقَوْلُهُ تَعَالَى: | مزید فرمایا: |
| ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ [الأعراف: ١٨٠] | ''اور اللہ کے سب نام ہی اچھے ہیں تم ان کے ساتھ اسے پکارا کرو۔'' |
| وَيَعْلَمَ أَنَّ رَبَّهُ هُوَ الَّذِيْ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى، لَهُ مَا فِيْ السَّمٰوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرىٰ، فَمَنْ تَجَاوَزَ ذٰلِكَ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ وَضَلَّ وَهَلَكَ. | یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ زمین تلے ہے، سب اسی کی ملکیت ہے جو کوئی اس سے تجاوز کرے وہ ناکام و نامراد اور گمراہ و ہلاک ہوا۔ |

# اَلتَّحْذِيرُ مِنْ تَقْوِيلِ أَحَدٍ مَا لَمْ يَقُلْهُ

# دوسرے کی طرف غلط نسبت کرنے سے اجتناب کریں

**٣٦**۔ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنكُم -أَيُّهَا النَّاسُ- مَنْ بَعُدَ مِنَّا فَنَأَى، أَوْ قَرُبَ فَدَنَا، أَنَّ الَّذِي نَدِينُ اللّٰهَ بِهِ فِي الْأَشْيَاءِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا مَا بَيَّنَّاهُ لَكُمْ عَلَى وَصْفِنَا، فَمَنْ رَوَى عَنَّا خِلَافَ ذَلِكَ أَوْ أَضَافَ إِلَيْنَا سِوَاهُ أَوْ نَحَلَنَا فِي ذَلِكَ قَوْلًا غَيْرَهُ، فَهُوَ كَاذِبٌ مُفْتَرٍ، مُتَخَرِّصٌ مُعْتَدٍ، يَبُوءُ بِسَخَطِ اللّٰهِ، وَعَلَيْهِ غَضَبُ اللّٰهِ وَلَعْنَتُهُ فِي الدَّارَيْنِ، وَحَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُورِدَهُ الْمَوْرِدَ الَّذِي وَرَّدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ضُرَبَاءَهُ، وَأَنْ يُحِلَّهُ الْمَحَلَّ الَّذِي أَخْبَرَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ اللّٰهَ يُحِلُّ أَمْثَالَهُ، عَلَى

36- ہماری طرف سے قرب و جوار میں تمام لوگوں کو یہ خبر پہنچا دیں کہ ہم جو عقیدہ ونظریہ رکھتے ہیں، اس کا ہم واضح انداز میں ذکر کر چکے ہیں تو جو شخص ہم سے اس کے علاوہ کچھ بیان کرے یا ہماری طرف کچھ اور منسوب کرے تو وہ جھوٹا، بہتان طراز اور زیادتی کا مرتکب قرار پائے گا۔ ایسے شخص پر اللہ کا غضب اور دنیا و آخرت میں اس کی لعنت واقع ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے اس مقام میں داخل کرے جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے اس جیسے جھوٹوں کو داخل کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔

مَا أَخْبَرَ ﷺ.

**٣٧۔** قَالَ أَبُو جعْفَرٍ: وَذَلِكَ مَا حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عن إِسماعِيلَ بنِ عَيَّاشٍ الحِمصِيِّ، عن ثَعْلَبِ بْنِ مُسلِمِ الخَثْعَمِيِّ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ بَشِيرٍ العِجلِيِّ، عن شُفَيِ بنِ ماتِعٍ الأَصْبَحِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَرْبَعَةٌ يُؤْذُونَ أَهْلَ النَّارِ عَلَى مَا بِهِمْ مِنَ الأَذىٰ، يَسْعَوْنَ بَيْنَ الْحَمِيمِ وَالْجَحِيمِ، يَدْعُونَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ، يَقُولُ أهلُ النَّارِ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: مَا بَالُ هَؤُلَآءِ قَد آذُونَا عَلَى مَا بِنَا مِنَ الأَذىٰ: فَرَجُلٌ مُغْلَّقٌ عَلَيْهِ تَابُوتٌ مِنْ جَمْرٍ، وَرَجُلٌ يَجُرُّ أَمْعَاءَهُ، وَرَجُلٌ يَسِيلُ فُوهُ قَيْحًا وَدَمًا، وَرَجُلٌ يَأْكُلُ لَحْمَهُ. فَيَقُولُ لِصَاحِبِ التَّابُوتِ: مَا بَالُ الأَبْعَدِ قَدْ آذانَا عَلَى مَا بِنَا مِنَ الأَذىٰ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ الأَبْعَدَ مَاتَ وَفِي عُنُقِهِ

37- امام ابوجعفر طبری نے کہا:

ہم سے ابوکریب نے، ان سے محاربی نے، ان سے اسماعیل بن عیاش نے، ان سے ثعلبہ بن مسلم خثعمی نے، ان سے ایوب بن بشیر عجلی نے، ان سے شفی بن ماتع الاصبحی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چار آدمیوں کی اذیت سے اہلِ جہنم بھی تکلیف محسوس کریں گے۔ یہ لوگ گرم کھولتے پانی اور جہنم کے درمیان بھاگتے پھر رہے ہوں گے اور ہلاکت و تباہی کا واویلا مچائیں گے۔ اہلِ جہنم ایک دوسرے سے کہیں گے، انھیں کیا معاملہ درپیش ہے کہ اپنی اذیت سے ہمیں بھی تکلیف دے رہے ہیں۔ (ان چاروں میں سے) ایک آدمی پر آگ کے انگاروں سے بند تابوت ہوگا، دوسرا اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہوگا۔ تیسرے آدمی کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہا ہوگا اور چوتھا اپنے ہی گوشت کو کھا رہا ہوگا۔

أَمْوَالُ النَّاسِ، وَيُقَالَ لِلَّذِي يَجُرُّ أَمْعَائَهُ: مَا بَالُ الْأَبْعَدِ قَدْ آذانَا عَلَى مَا بِنَا مِنَ الْأَذىٰ؟ (قَالَ: فَذَكَرَ كَلَامًا سَقَطَ مِنِّي) وَيُقَالُ لِلَّذِي يَسِيلُ فُوهُ قَيْحًا وَدَمًا: مَا بَالُ الْأَبْعَدِ قَدْ آذانَا عَلَى مَا بِنَا مِنَ الْأَذىٰ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ الْأَبْعَدَ كَانَ يَنْظُرُ إِلَى كُلِّ كَلِمَةٍ قَذِعَةٍ قَبِيحَةٍ فَيَسْتَلِذُّهَا كَمَا يَسْتَلِذُّ الرَّفَثُ، وَيُقَالُ لِلَّذِي يَأْكُلُ لَحْمَهُ: مَا بَالُ الْأَبْعَدِ قَدْ آذانَا عَلَى مَا بِنَا مِنَ الْأَذىٰ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ الْأَبْعَدَ كَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ وَيَأْكُلُ لُحُومَ النَّاسِ»

کوئی شخص تابوت والے کے متعلق پوچھے گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے محروم، ہماری اذیت پر اپنی اذیت سے مزید اضافہ کیوں کر رہا ہے؟ جواب ملے گا کہ یہ بدنصیب مرا تو اس کی گردن پر لوگوں کے مال (کا بوجھ) تھا۔ پھر اس انتڑیاں گھسیٹنے والے کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ یہ بدبخت اپنی اذیت سے ہماری تکلیف میں مزید اضافہ کیوں کر رہا ہے؟ (یہاں روایت کے کچھ الفاظ مجھ سے رہ گئے ہیں) پھر اس شخص کے بارے میں پوچھا جائے گا جس کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہا ہوگا کہ یہ بدنصیب اپنی اذیت کے ساتھ ہماری تکلیف میں کیوں اضافہ کر رہا ہے؟ تو جواب ملے گا کہ فحش کلامی سے دل بہلاتا تھا جیسے بیہودہ گوئی سے لذت حاصل کی جاتی ہے۔ پھر اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو اپنا گوشت کھا رہا ہوگا کہ یہ بدبخت ہماری اذیت میں کیوں اضافہ کر رہا ہے؟ تو جواب ملے گا

کہ یہ بدنصیب لوگوں میں چغل خوری کر کے ان کا گوشت کھاتا تھا۔[1]

**٣٨**۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلِ بْنِ حَرَشَةَ، عَنْ مُوسَىٰ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ:

38- ہم سے خلاد بن اسلم نے نضر بن شمیل سے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، انھوں نے عمر بن عبداللہ انصاری سے بیان کیا، انھوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ ذَكَرَ امْرَءًا بِمَا لَيْسَ فِيهِ لِيُعِيبَهُ، حَبَسَهُ اللّٰهُ فِي جَهَنَّمَ حَتَّى يَأْتِيَ بِنَفَاذِ مَا قَالَ فِيهِ »

''جس نے کسی دوسرے آدمی کے متعلق ایسی بات کہی جو اس میں نہیں تاکہ اس کی عیب جوئی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں روکے رکھے گا حتی کہ اپنی بات کا جواز پیش کرے۔''[2]

**٣٩**۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ

39- ہم سے محمد بن عوف الطائی اور محمد بن مسلم الرازی نے بیان کیا، ان دونوں

---

[1] الطبراني في الكبير (٣٧٢/٧) والهيثمي في المجمع (٢٠٩/١) اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ ثعلبہ بن مسلم مجہول ہے۔ اسی طرح ایوب بن بشیر بھی مجہول ہے جس طرح کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں کہا۔ پھر اس کی سند مرسل بھی ہے، کیونکہ شفی بن ماتع تابعی ہے۔ (الإصابة لابن حجر: ١٦٧/٢)

[2] مجمع الزوائد (٩٤/٨) امام ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا: اس روایت کو امام طبرانی نے الأوسط میں اپنے استاذ مقدام بن داود سے بیان کیا اور وہ ضعیف ہے۔ مصنف کی سند میں عمر بن عبداللہ راوی مجہول ہے۔ اس لیے روایت ضعیف ہے۔

الرَّازِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أنسِ بنِ مالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُونَ صُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِم»

نے ابو المغیرہ عبدالقدوس بن حجاج سے روایت کیا، انھوں نے صفوان بن عمرو سے روایت کیا، انھوں نے راشد بن سعد اور عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر نے بیان کیا، انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب مجھے معراج کروایا گیا تو میرا گزر ایسی قوم سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، ان سے وہ اپنے سینوں کو زخمی کر رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا: یہ لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔''[1]

٤٠۔ حدَّثَنا عليُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عُثْمَانَ بنِ أَبِي الْعَاتِكَةِ، عن أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه قال: أتىٰ رسولُ اللّٰهِ ﷺ بِقِيعَ الغَرْقَدِ فَوَقَفَ عَلَى

40- ہم سے علی بن سہل رملی نے، ان سے ولید بن مسلم نے، ان سے عثمان بن ابی عاتکہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بقیع الغرقد قبرستان میں آئے، آپ دو تازہ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٨٧٨) مسند أحمد (٢٢٤/٣) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

قَبْرَيْنِ ثَرِيَّيْنِ، فَقَالَ: « أَدَفَنْتُمْ هُنَا فُلَانًا وَفُلَانَةً؟ - أَوْ قَالَ: فُلَاناً وَفُلَاناً؟ » فَقَالُوا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فقال: « قَدْ أُقْعِدَ فُلَانٌ الآنَ يُضْرَبُ » ثُمَّ قَالَ: « وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ ضُرِبَ ضَرْبَةً مَا بَقِيَ مِنْهُ عُضْوٌ إِلَّا انْقَطَعَ، وَلَقَدْ تَطَايَرَ قَبْرُهُ نَاراً، وَلَقَدْ صَرَخَ صَرْخَةً سَمِعَهَا الْخَلَائِقُ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَلَوْلَا تَمْرِيجٌ فِي قُلُوبِكُمْ وَتَزَيُّدُكُمْ فِي الْحَدِيثِ لَسَمِعْتُمْ مَا أَسْمَعُ » ثُمَّ قَالَ: « اَلْآنَ يُضْرَبُ هَذَا، اَلْآنَ يُضْرَبُ هَذَا » ثُمَّ قَالَ: « وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ ضُرِبَ ضَرْبَةً مَا بَقِيَ مِنْهُ عَظْمٌ إِلَّا انْقَطَعَ، وَلَقَدْ تَطَايَرَ قَبْرُهُ نَاراً، وَلَقَدْ صَرَخَ صَرْخَةً سَمِعَهَا الْخَلَائِقُ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَلَوْلَا تَمْرِيجٌ فِي قُلُوبِكُمْ وَتَزَيُّدُكُمْ فِي الْحَدِيثِ لَسَمِعْتُمْ مَا أَسْمَعُ » قَالُوا: يَا

بنی قبروں پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''کیا تم نے یہاں فلاں اور فلاں کو دفن کیا ہے؟''

انھوں نے کہا: جی ہاں، یارسول اللہ!

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت فلاں کو بٹھا کر مارا جا رہا ہے۔'' پھر فرمانے لگے:

''اللہ کی قسم! اسے اتنا مارا گیا ہے کہ اس کے تمام اعضا ٹوٹ گئے ہیں اور اس کی قبر آگ میں اُڑ رہی ہے اور یہ اس قدر چیخ رہا ہے کہ جن و انس کے سوا تمام مخلوقات اس کی چیخ پکار سن رہی ہیں۔ اگر تمھارے دلوں کے فساد اور خوف کا اندیشہ نہ ہو تو تم بھی وہ سنتے جو میں سن رہا ہوں۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اب اِس کو مارا جا رہا ہے، اب اُس کو مارا جا رہا ہے۔ اللہ کی قسم! اسے اتنا مارا گیا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس کی قبر آگ میں اڑ رہی ہے اور یہ اس قدر چیخ رہا ہے کہ جن و انس کے

رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا ذَنْبُهُمَا؟ قَالَ: « أَمَّا فُلَانٌ، فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَسْتَبْرِئُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا فُلَانٌ ـ أَوْ فُلَانَةٌ ـ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْكُلُ لُحُوْمَ النَّاسِ »

سوا تمام مخلوقات اس کی چیخ پکار کو سن رہی ہیں۔ اگر تمھارے دلوں کے فساد اور خوف کا خطرہ نہ ہوتو تم بھی وہ سنو جو میں سنتا ہوں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یا رسول اللہ! ان دونوں کا گناہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان میں ایک پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا لوگوں کا گوشت کھاتا (چغلی کرتا) تھا۔''[1]

**٤١۔** حَدَّثَنَا محمدُ بْنُ يزيدَ الرفَاعِيُّ، حَدَّثَنَا ابنُ فُضَيلٍ، ح وحَدَّثَنَا محمدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أسودُ بْنُ عامرٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، جَمِيعاً عَنِ الأَعْمَشِ، عن سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ، قال: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

41- ہم سے محمد بن یزید الرفاعی اور ان سے ابن فضیل نے بیان کیا، اسی طرح ہم سے محمد بن علاء نے، ان سے اسود بن عامر نے، ان سے ابوبکر بن عیاش نے ان سے اعمش نے، ان سے سعید بن عبداللہ نے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ

''اے ان لوگوں کی جماعت، جو اپنی

[1] الترغيب والترهيب للمنذري (٣/٥١٣) اس کی سند سخت ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں علی بن یزید اور عثمان بن ابی عاتکہ ضعیف راوی ہیں۔ (تهذيب التهذيب: ٣٩٦/٧)

يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ، لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ»

زبانوں سے اسلام لائے ہیں اور ابھی تک ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے پوشیدہ رازوں کی تلاش میں رہا کرو۔ جو کسی کے راز تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے رازوں کا پیچھا کرے گا اور جس کے رازوں کا اللہ نے پیچھا کیا تو وہ اسے اس کے گھر میں بھی رسوا کر کے رکھ دے گا۔''[1]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٨٨٠)، مسند أحمد (٤٢٠ ٤) اس کی سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٠٣٢) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے مروی حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ روایت حسن ہے۔



# قادیانیت پر اوّلین
# فتوائے تکفیر

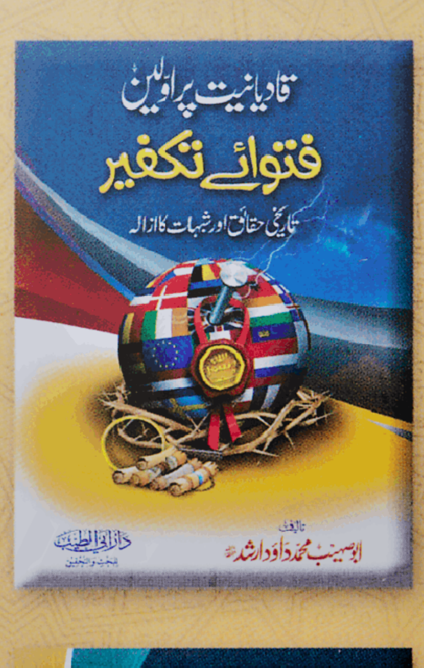
## تاریخی حقائق اور شبہات کا ازالہ

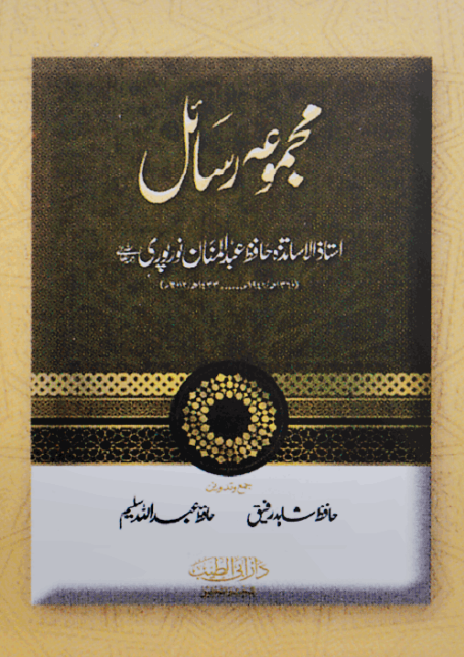
تالیف

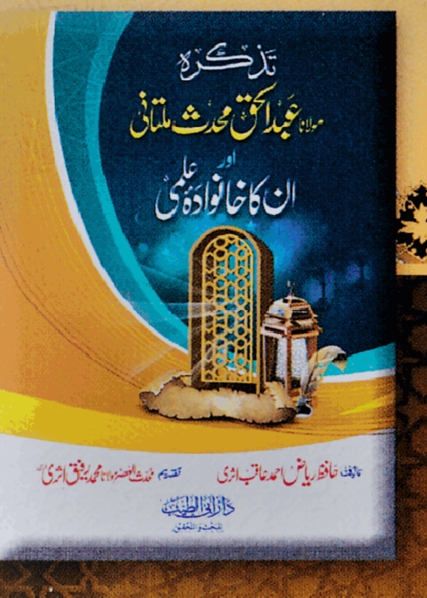
ابوصہیب محمد داؤد ارشد حفظہ اللہ

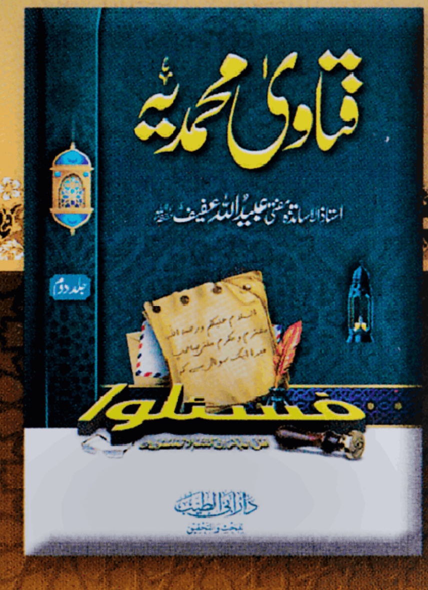
دار ابی الطیب

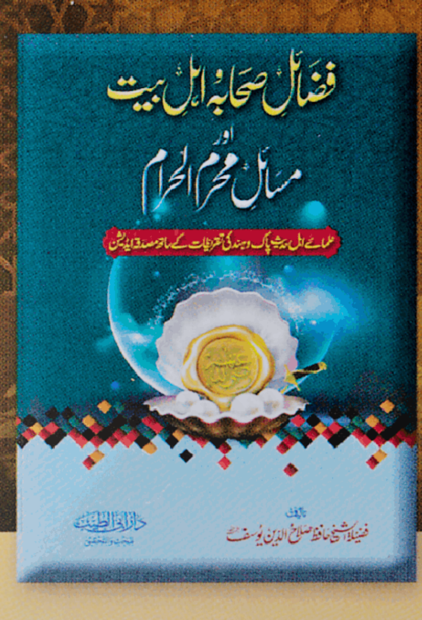
للبحث والتحقیق

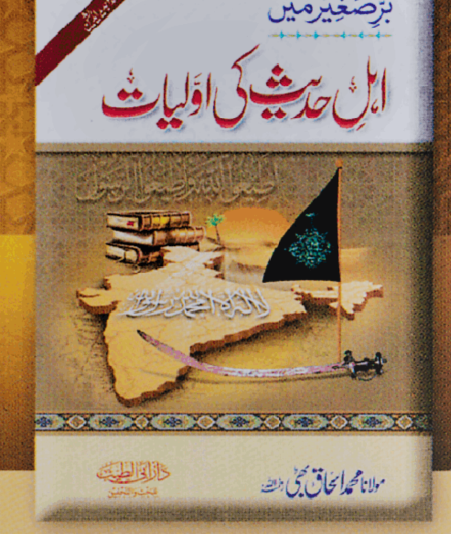

قادیانیت پر اولین
فتوائے تکفیر
تاریخی حقائق اور شبہات کا ازالہ


مجموعہ رسائل


تذکرہ
عبدالحق محدث ملتانی
اور
ان کا خانوادہ علمی


فتاویٰ محمدیہ
فسئلوا


فضائل صحابہ اہل بیت
اور
مسائل محرم الحرام


برصغیر میں
اہل حدیث کی اولیات




دار ابی الطیب
للبحث والتحقیق